ہفت روزہ
# ندائے خلافت
لاہور
28 مئی 2003ء۔۲۵ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

کھلنا قبرص کی سرحدوں کا (اداریہ)
شانِ رسالت ﷺ اور ہماری ذمہ داریاں (منبرومحراب)
عالمِ اسلام کا المیہ (تجزیہ)

www.tanzeem.org
جلد 12 شمارہ 18

## مسلمانوں کے لئے اجتماعی زندگی کی اہمیت

''شریعت نے مسلمانوں کے لئے جہاں انفرادی زندگی کے اعمال مقرر کر دیئے ہیں وہاں ان کے لئے ایک اجتماعی نظام بھی قرار دے دیا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ زندگی اجتماع کا نام ہے۔ افراد یا اشخاص کوئی شے نہیں۔ جب کوئی قوم اس نظام کو ترک کر دیتی ہے تو گو اس کے افراد فرداً کتنے ہی شخصی اعمال و عادات میں سرگرم ہوں، لیکن یہ سرگرمیاں اجتماعی نظام کے بارے میں کچھ سودمند نہیں ہوسکتیں، اور قوم جماعتی معصیت میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

قرآن وسنت نے بتلایا ہے کہ شخصی زندگی کے معاصی کسی قوم کو یکایک برباد نہیں کر دیتے۔ اشخاص کی معصیت کا زہر آہستہ آہستہ کام کرتا ہے لیکن جماعتی زندگی کی معصیت کا تخم (یعنی جماعتی نظام کا نہ ہونا) ایسا تخم ہلاکت ہے جو فوراً بربادی کا پھل لاتا ہے اور پوری کی پوری قوم تباہ ہو جاتی ہے۔ شخصی اعمال کی اصلاح و درستگی بھی نظام اجتماعی کے قیام پر موقوف ہے۔ آج مسلمانانِ عالم جماعتی زندگی کی معصیت میں مبتلا ہیں اور جب جماعتی معصیت سب پر چھا گئی ہے تو افراد کی اصلاح کیونکر ہوسکتی ہے۔ کتاب وسنت نے جماعتی زندگی کے تین رکن بتلائے ہیں:

تمام لوگ کسی ایک صاحب علم و عمل مسلمان پر جمع ہو جائیں اور وہ ان کا امام ہو۔

وہ جو کچھ تعلیم دے، ایمان وصداقت کے ساتھ قبول کریں۔

یعنی قرآن وسنت کے ماتحت اس کے جو کچھ احکام ہوں، ان کی بلاچون وچرا تعمیل واطاعت کریں۔

اگر ایسا نہیں ہے تو ایک بھیڑ ہے، ایک انبوہ ہے، جانوروں کا ایک جنگل ہے، کنکر پتھر کا ایک ڈھیر ہے، مگر نہ تو ''جماعت'' ہے نہ ''امت'' نہ ''قوم'' نہ ''اجتماع''۔ اینٹیں ہیں مگر دیوار نہیں، کنکر ہیں مگر پہاڑ نہیں، قطرے ہیں مگر دریا نہیں، کڑیاں ہیں جو ٹکڑے ٹکڑے کر دی جاسکتی ہیں، مگر زنجیر نہیں ہے جو بڑے بڑے جہازوں کو گرفتار کرسکتی ہے''۔

(مولانا ابوالکلام آزاد کی کتاب ''مسئلۂ خلافت'' سے ایک اقتباس)

...ادارہ... 79 MAY 2003

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کھلنا قبرص کی سرحدوں کا

اچھی خبر یہ ہے کہ 29 سال پہلے 1974ء میں یہ جزیرہ‘ جسے دنیا سائپرس کے نام سے جانتی ہے‘ جو دو حصوں میں تقسیم ہوگیا تھا‘ اب یکم مئی سے دونوں حصوں کے درمیان کی سرحدیں کھول دی گئی ہیں‘ اور یوں دونوں کے وفاق کا امکان پیدا ہوگیا ہے۔

بحیرۂ روم میں واقع یہ جزیرہ ترکی کے جنوب میں چالیس میل‘ شام کے مغرب میں ساٹھ میل اور مصر کے شمال میں 240 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ شمالی حصے میں پونے دو لاکھ مسلمان اور وسط میں چھ لاکھ عیسائی آباد ہیں۔ گویا قبرص میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً ایک چوتھائی ہے۔ یہاں مسلمانوں کی پہلی بستی امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں آباد ہوئی تھی۔ اس وقت سے آج تک مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین اس کے مکمل سیاسی اقتدار کے لئے برابر کشمکش ہوتی رہتی ہے۔ قبرص 1571ء میں خلافت عثمانیہ کے زیر تسلط آ گیا۔

پہلی جنگ عظیم میں جب ترکی جرمنی کے حلیف کی حیثیت سے شامل ہوا تو برطانیہ نے قبرص پر قبضہ کر کے اسے اپنی نوآبادی بنالیا اور یہاں اپنا بحری اڈہ قائم کرلیا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد یہ جزیرہ عیسائیوں سے زیادہ (اسرائیل کے ساتھ ساتھ) یہودیوں کی صیہونی تحریک کی آماجگاہ بن گیا اور روس اور یورپ کے یہودی اور یونانی یہاں قافلہ در قافلہ آ کر بسنے لگے۔ 1951ء میں قبرصی کلیسا نے میکاریوس کو آرچ بشپ منتخب کرلیا۔ اس شخص نے عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان نفرت اور عداوت کے بیج بو دیئے اور یونان کی دہشت گرد عیسائی تنظیم اور اس کے سربراہ جنرل گریواس کی خدمات حاصل کرلیں اور مسلمانوں کا قتل عام شروع کردیا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ قبرصی ترک (مسلمان) خوف اور دہشت کے مارے جزیرہ چھوڑ کر نکل جائیں اور جزیرے کا الحاق یونان سے ہوجائے۔

اگست 1960ء میں امن وامان اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی بہتر بنانے کے لئے برطانیہ‘ یونان اور ترکی کی حکومتوں کے مابین مذاکرات ہوئے‘ جن کے نتیجے میں قبرص کو آزاد جمہوریہ قرار دیا گیا۔ لیکن حصول آزادی کے بعد بھی مسلمانوں کو امن و چین نصیب نہ ہوسکا۔ وقفے وقفے سے ان کے اور عیسائیوں کے مابین خوں ریز فسادات ہوتے رہے‘ یہاں تک یہ مسئلہ 1963ء میں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے سپرد ہوا‘ جو اب تک امریکہ کی ریشہ دوانیوں سے کوئی حل نہیں نکال سکی۔ 1974ء میں امریکہ کی خفیہ ایجنسی سی آئی اے کی خفیہ تحریک پر جنرل گریواس نے انقلاب برپا کر کے میکاریوس کو (مسلمانوں کا ہمدرد خیال کر کے) ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور حکومت پر قبضہ کر کے مسلمانوں پر ظلم وتشدد کا ایک نیا اور خوفناک سلسلہ شروع کر دیا۔ ترکی نے مسلم اقلیت کے جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے لئے شمالی علاقے میں‘ جہاں ترکوں کی اکثریت ہے‘ فوجیں اتار دیں اور وہاں رؤف ڈینکتاش کی قیادت میں ”شمالی قبرص کی ترک جمہوریہ“ قائم کردی۔

سلامتی کونسل کے زیر اثر قبرص کے دونوں حصوں میں دوبارہ اتحاد کی کوششیں جاری رہتی ہیں۔ گزشتہ ماہ اپریل میں بھی ایک اور کوشش ہوئی۔ لیکن قبرصی ترکوں کے اس بنیادی مطالبے کو تسلیم نہیں کیا گیا کہ پارلیمنٹ سے لے کر سرکاری ملازمتوں‘ فوج اور پولیس میں انہیں آبادی کے تناسب سے جگہ دی جائے۔ البتہ 29 سال کے بعد پہلی مرتبہ سرحدیں کھول دی گئی ہیں تاکہ عوامی رابطے سے دونوں قوموں میں معاشی اور تجارتی روابط بھی قائم ہوں۔ مئی کے پہلے ہفتے میں 80 ہزار یونانی اور 40 ہزار ترک ایک دوسرے کے علاقے میں خوشی خوشی گئے ہیں۔ ان میں زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو 1974ء سے پہلے فسادات کے زمانے میں نقل مکانی پر مجبور ہوئے تھے۔

سرحدیں کھولنے کا ڈرامائی فیصلہ ترکوں نے کیا ہے‘ کیونکہ اس فیصلے سے زیادہ تر معاشی فوائد انہی کو حاصل ہوں گے۔ یونانی قبرص میں روزگار کے مواقع زیادہ ہیں۔ ترک قبرص میں بے روزگاری کی شرح 40 فیصد ہے۔ آئندہ سال قبرص کو ”یورپی یونین“ کا رکن بنایا جاسکتا ہے بشرطیکہ دونوں حصے متحد ہوجائیں۔ ترکوں کی سیاسی قیادت نے دور اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فی الحال سرحدیں کھول دی ہیں۔ عوامی رابطے بڑھنے سے امید ہے کہ ان کا بنیادی مطالبہ بھی مان لیا جائے گا۔ قبرص کے دونوں حصوں کے اتحاد سے یہ جزیرہ ”یورپی یونین“ کا رکن بن جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یورپی یونین میں مملکتِ ترکیہ کی شمولیت کی راہ سے ایک بڑی رکاوٹ دور ہوجائے گی جس کے لئے ترکیہ سخت دوڑ دھوپ کر رہا ہے۔

(ادارۂ تحریر)

قیام خلافت کا نقیب
ہفت روزہ لاہور
ندائے خلافت
جلد 12 شمارہ 18
22 تا 28 مئی 2003ء
(۱۹ تا ۲۵ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ)
بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: فرقان دانش خان
ادارۂ تحریر: سید قاسم محمود‘ مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان‘ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد مختار‘ طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس‘ ریلوے روڈ‘ لاہور
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن‘ لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو‘ علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6366638-6316638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ: 5 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک ...... 250 روپے
بیرون پاکستان
☆ یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ
.......... 1500 روپے
☆ امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ
.......... 2200 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝﴾ (آیت 210 تا 212)

''یہ لوگ اس انتظار میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے بادلوں کے سایہ میں ان کے پاس آئیں اور قصہ ہی صاف کر دیا جائے اور تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ آپ بنی اسرائیل سے پوچھ لیجئے کہ ہم نے کتنی ہی کھلی نشانیاں انہیں دی تھیں۔ پھر جو قوم اللہ کی نعمت کو پالینے کے بعد اسے بدل دے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو سخت سزا دینے والا ہے۔ کافروں کے لئے دنیا کی زندگی بڑی خوشنما بنا دی گئی ہے اور وہ ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں حالانکہ قیامت کے دن یہی متقی لوگ ان سے بالاتر ہوں گے اور اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔''

یہاں ایک نفسیاتی مسئلے کا ذکر ہے۔ بعض لوگ اپنی غلطی' کوتاہی یا تقصیر پر متنبہ ہو جاتے ہیں اور دل میں اس کا اعتراف کر کے ارادہ کرتے ہیں کہ اس کی اصلاح کر لیں گے مگر قدم نہیں اٹھاتے کیونکہ فوری طور پر حرام خوری چھوڑنے اور دنیا کی آسائشوں سے منہ موڑنے پر اصلاً طبیعت آمادہ نہیں ہوتی چنانچہ وہ کسی نہ کسی بہانے نفس کو ڈھیل دیئے جاتے اور اصلاح کی طرف قدم بڑھانے کو ملتوی کئے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے فرمایا کہ یہ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں۔ بس یہ کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کے سائے میں خود بھی آ جائے اور اس کے فرشتے بھی آ جائیں اور پھر معاملات طے کر دیئے جائیں۔ یہ قیامت کا نقشہ ہے جیسا کہ آخری پارے میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اسی زمین پر نزول فرمائیں گے۔ یہیں میدانِ حشر برپا ہوگا' یہیں حساب کتاب بھی ہوگا' فرشتے صفیں باندھے کھڑے ہوں گے۔ یہاں ایسے لوگوں کو فرمایا جا رہا ہے کہ کیا تم اس دن کے آنے تک یونہی انتظار میں ہی رہو گے اور اپنی اصلاح نہیں کرو گے؟ یوم حساب آ گیا تو وقت ختم ہو جائے گا اور تمام معاملات اللہ کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے اور وہی فیصلہ فرمادے گا۔

اے نبی ذرا بنی اسرائیل سے پوچھ لیجئے اور اے مسلمانو! ان یہودیوں سے پوچھ لو کہ ہم نے انہیں کتنی نشانیاں عطا کیں لیکن انہوں نے ان سے کوئی نصیحت حاصل نہ کی۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدل دیتا ہے جبکہ وہ اس کے پاس آ چکی ہو تو ایسے لوگوں کو سزا دینے میں اللہ تعالیٰ بہت سخت ہے۔ اس طرح دراصل مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ اب تمہارے پاس روشن دلائل آ گئے ہیں۔ شریعت کے احکام آ رہے ہیں۔ اللہ کے رسولؐ تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے رہے ہیں۔ تو اب ایسا نہ ہو کہ تم اپنے نفس کی شرارتوں کی وجہ سے یہود جیسی روش اختیار کر لو اور پھر تمہارا بھی وہی حشر ہو جو ان کا ہوا ہے۔

ان کافروں کے لئے دنیا کی زندگی مزین کر دی گئی ہے۔ پس ان کی بھاگ دوڑ صبح سے شام تک اسی دنیا کے بنانے میں ہے۔ اس مشغولیت میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر رہے ہیں۔ یہ سب کچھ حیاتِ دنیوی میں سہولتوں' زیبائشوں اور آرائشوں کے حصول کے لئے ہے۔ اہل ایمان جو بے چارے فقراء اور مفلس تھے۔ یہ اُن کا مذاق اڑاتے اور طعن وتشنیع کرتے تھے۔ مدینہ میں منافقین اکثر وبیشتر دولت مند لوگ تھے' وہ نادار مسلمانوں خاص طور پر مہاجرین کا استہزاء کرتے تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ فاقہ زدہ مفلس ونادار اہل ایمان قیامت کے دن ان سے بالا ہوں گے اگرچہ آج اُن کا یہ حال ہے کہ اصحاب صفہ میں سے بعض کو بھوک کی وجہ سے غشی کے دورے پڑ رہے ہیں تو دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ مرگی کا مریض ہے اور علاج کے طور پر اس کی گردن پر پاؤں رکھتے تھے۔ مگر یہ لوگ وہ ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُن کو بے حساب نعمتوں کے ساتھ سرفراز کرے گا۔ جبکہ اہل باطل اللہ کے غضب کا نشانہ بنیں گے۔

## فرمانِ نبوی　　اللہ کے سوا کسی اور کی قسم نہ کھائی جائے　　چوہدری رحمت اللہ بٹر

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ عُبَيْدَةَ قَالَ سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ رَجُلاً يَحْلِفُ لَا وَالْكَعْبَةِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ (رواہ ابوداود)

''حضرت سعید بن عبیدہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک شخص کو کعبہ کی قسم کھاتے ہوئے سنا تو حضرت عبداللہ نے اس کو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی تو اس نے مشرکوں جیسا کام کیا۔''

قسمیں کھانا کوئی اچھی بات نہیں ہے لیکن اگر ضرورت پڑے تو صرف اللہ تعالیٰ کی قسم کھانا جائز ہے کیونکہ قسم کا اصل مقصد گواہی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ہر وقت یا ہر موقع پر گواہ نہیں ہوتا۔ کسی تنازع کے موقع پر اگر مدعی کے پاس دو گواہ نہ ہوں تو معاملہ مدعا علیہ سے قسم کی بنیاد پر طے ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی جھوٹی قسم کھائے تو اسے جان لینا چاہئے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے جو قسم کھا کر کسی کا مال ہڑپ کرے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگا تو اس کے ہاتھ پیر نہیں ہوں گے۔

جھوٹ اصل میں انسان اس وقت بولتا ہے جب کسی کوتاہی کے ارتکاب کے بعد اپنی عزت نفس کو لوگوں کے سامنے بچانا چاہتا ہے اور بار بار جھوٹ کے بعد انسان جھوٹی قسم کا سہارا لینے پر مجبور ہو جائے تو یہ چیز اسے فاجر وفاسق بنا دیتی ہے اور جہنم کی راہ پر لے جاتی ہے۔ یہی منافقین کی روش ہے جسے قرآن مجید نے بیان کیا ہے کہ وہ اپنے فرائض دینی میں کوتاہی پر مواخذہ سے بچنے کے لئے قسموں کا سہارا لیتے ہیں۔

23 MAY 2003

قیام خلافت کا نقیب
ہفت روزہ لاہور
# ندائے خلافت
جلد 12 شمارہ 18
22 تا 28 مئی 2003ء
(۱۹ تا ۲۵ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ)
○
بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: فرقان دانش خان
ادارہ تحریر: سید قاسم محمود' مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان' محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
○
پبلشر: محمد سعید اسعد مختار' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org
○
قیمت فی شمارہ : 5 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
☆یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ
..........1500 روپے
☆امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ
..........2200 روپے

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## کھلنا قبرص کی سرحدوں کا

اچھی خبر یہ ہے کہ 29 سال پہلے 1974ء میں یہ جزیرہ' جسے دنیا سائپرس کے نام سے جانتی ہے' جو دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا' اب یکم مئی سے دونوں حصوں کے درمیان کی سرحدیں کھول دی گئی ہیں' اور یوں دونوں کے وفاق کا امکان پیدا ہو گیا ہے۔

بحیرۂ روم میں واقع یہ جزیرہ ترکی کے جنوب میں چالیس میل' شام کے مغرب میں ساٹھ میل اور مصر کے شمال میں 240 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ شمالی حصے میں پونے دو لاکھ مسلمان اور وسط میں چھ لاکھ عیسائی آباد ہیں۔ گویا قبرص میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً ایک چوتھائی ہے۔ یہاں مسلمانوں کی پہلی بستی امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں آباد ہوئی تھی۔ اس وقت سے آج تک مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین اس کے مکمل سیاسی اقتدار کے لئے برابر کشمکش ہوتی رہتی ہے۔ قبرص 1571ء میں خلافت عثمانیہ کے زیر تسلط آ گیا۔

پہلی جنگ عظیم میں جب ترکی جرمنی کے حلیف کی حیثیت سے شامل ہوا تو برطانیہ نے قبرص پر قبضہ کر کے اسے اپنی نو آبادی بنا لیا اور یہاں اپنا بحری اڈہ قائم کر لیا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد یہ جزیرہ عیسائیوں سے زیادہ (اسرائیل کے ساتھ ساتھ) یہودیوں کی صیہونی تحریک کی آماجگاہ بن گیا اور روس اور یورپ کے یہودی اور یونانی یہاں قافلہ در قافلہ آ کر بسنے لگے۔ 1951ء میں قبرصی کلیسا نے میکاریوس کو آرچ بشپ منتخب کر لیا۔ اس شخص نے عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان نفرت اور عداوت کے بیج بو دیئے اور یونان کی دہشت گرد عیسائی تنظیم اور اس کے سربراہ جنرل گریواس کی خدمات حاصل کر لیں اور مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ قبرصی ترک (مسلمان) خوف اور دہشت کے مارے جزیرہ چھوڑ کر نکل جائیں اور جزیرے کا الحاق یونان سے ہو جائے۔

اگست 1960ء میں امن و امان اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی بہتر بنانے کے لئے برطانیہ' یونان اور ترکی کی حکومتوں کے مابین مذاکرات ہوئے' جن کے نتیجے میں قبرص کو آزاد جمہوریہ قرار دیا گیا۔ لیکن حصول آزادی کے بعد بھی مسلمانوں کو امن و چین نصیب نہ ہو سکا۔ وقفے وقفے سے ان کے اور عیسائیوں کے مابین خوں ریز فسادات ہوتے رہے' یہاں تک یہ مسئلہ 1963ء میں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے سپرد ہوا' جواب تک امریکہ کی ریشہ دوانیوں سے کوئی حل نہیں نکال سکی۔ 1974ء میں امریکہ کی خفیہ ایجنسی سی آئی اے کی خفیہ تحریک پر جنرل گریواس نے انقلاب برپا کر کے میکاریوس کو (مسلمانوں کا ہمدرد خیال کر کے) ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور حکومت پر قبضہ کر کے مسلمانوں پر ظلم و تشدد کا ایک نیا اور خوفناک سلسلہ شروع کر دیا۔ ترکی نے مسلم اقلیت کے جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے لئے شمالی علاقے میں' جہاں ترکوں کی اکثریت ہے' فوجیں اتار دیں اور وہاں رؤف دینکتاش کی قیادت میں ''شمالی قبرص کی ترک جمہوریہ'' قائم کر دی۔

سلامتی کونسل کے زیر اثر قبرص کے دونوں حصوں میں دوبارہ اتحاد کی کوششیں جاری رہتی ہیں۔ گزشتہ ماہ اپریل میں بھی ایک اور کوشش ہوئی۔ لیکن قبرصی ترکوں کے اس بنیادی مطالبے کو تسلیم نہیں کیا گیا کہ پارلیمنٹ سے لے کر سرکاری ملازمتوں' فوج اور پولیس میں انہیں آبادی کے تناسب سے جگہ دی جائے۔ البتہ 29 سال کے بعد پہلی مرتبہ سرحدیں کھول دی گئی ہیں تاکہ عوامی رابطے سے دونوں قوموں میں معاشی اور تجارتی روابط بھی قائم ہوں۔ مئی کے پہلے ہفتے میں 80 ہزار یونانی اور 40 ہزار ترک ایک دوسرے کے علاقے میں خوشی خوشی گئے ہیں۔ ان میں زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو 1974ء سے پہلے فسادات کے زمانے میں نقل مکانی پر مجبور ہوئے تھے۔

سرحدیں کھولنے کا ڈرامائی فیصلہ ترکوں نے کیا ہے' کیونکہ اس فیصلے سے زیادہ تر معاشی فوائد انہی کو حاصل ہوں گے۔ یونانی قبرص میں روزگار کے مواقع زیادہ ہیں۔ ترک قبرص میں بے روزگاری کی شرح 40 فیصد ہے۔ آئندہ سال قبرص کو ''یورپی یونین'' کا رکن بنایا جا سکتا ہے بشرطیکہ دونوں حصے متحد ہو جائیں۔ ترکوں کی سیاسی قیادت نے دور اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فی الحال سرحدیں کھول دی ہیں۔ عوامی رابطے بڑھنے سے امید ہے کہ ان کا بنیادی مطالبہ بھی مان لیا جائے گا۔ قبرص کے دونوں حصوں کے اتحاد سے یہ جزیرہ ''یورپی یونین'' کا رکن بن جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ یورپی یونین میں مملکت ترکیہ کی شمولیت کی راہ سے ایک بڑی رکاوٹ دور ہو جائے گی' جس کے لئے ترکیہ سخت دوڑ دھوپ کر رہا ہے۔

(ادارہ تحریر)

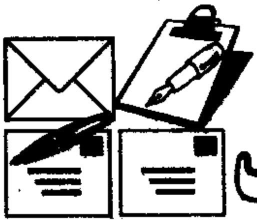

# ایڈیٹر کی ڈاک

کراچی سے جناب قطب الدین عزیز کا گرامی نامہ آیا۔ عزیز صاحب ہمارے ملک کے نامور صحافی بلکہ صحافی گر ہیں۔ نیشنل پریس ٹرسٹ کے چیئرمین رہے ہیں۔ دولتِ مشترکہ کی انجمنِ صحافیان کی مرکزی مجلس عاملہ کے رکن ہیں۔ آج کل یونائیٹڈ پریس آف پاکستان لمیٹڈ کے ڈائریکٹر ہیں۔ بڑی محبت سے لکھتے ہیں: ''ندائے خلافت کا مئی کا شکریہ۔ اس میں شاہ ولی اللہ کی معاشی تحریک پر سید قاسم محمود صاحب کا مضمون میں نے بڑی دلچسپی سے پڑھا۔ بہت اچھا ہے۔ اعلیٰ تحقیق کا مظہر ہے۔ سید صاحب کو میری تسلیمات۔ شاہ ولی اللہ نے بیرونی سطح پر امتِ مسلمہ کو متحد کرنے کے لئے جو کاوش کی' اس کو اجاگر کرنا ایک نیک کام ہو گا۔ مسلمان کا Morale آج کل پست ہے۔ شاہ ولی اللہ نے فرنگی استعمار کے شیابی دور میں آوازِ حق بلند کی اور اتحادِ اسلامی کی راہ بتائی۔''

شاید محترم عزیز صاحب کے علم میں نہیں کہ ''ندائے خلافت'' میں شاہ ولی اللہ اور ان کی تحریک کا ذکر ہمارے ایک بڑے اور جامع قسط وار سلسلے ''تاریخ تحریک احیائے اسلام'' کا محض ایک باب ہے (جو امسال شمارہ نمبر 9 سے شمارہ 17 تک محیط ہے) اس سلسلے کے تحت پہلے متعدد شماروں میں حضرت مجدد الف ثانی کی تجدیدی تحریک کا بیان ہو چکا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کے بیرونی سطح پر' اور خصوصاً احمد شاہ ابدالی سے ان کے رابطے کے بارے میں کہیں کہیں ذکر ہوتا رہا ہے۔ موجودہ شمارے سے شاہ ولی اللہ کے علمی خاندان کے پروردہ ایک اور بزرگ سید احمد شہید بریلوی کا باب شروع ہو رہا ہے۔ یہ بھی کئی اقساط پر مشتمل ہوگا۔

انجمن خدام القرآن' جھنگ کے صدر انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب نے بھی اپنے مکتوب میں ''ندائے خلافت'' کی خصوصی اشاعتوں کا خصوصی ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں: ''عراق نمبر نہایت خوبصورت ہے اور مواد کے اعتبار سے بھی بہت عمدہ ہے۔ امید کی جاسکتی ہے کہ فلسطین نمبر اور اقبال نمبر کے پیش نظر بھی ارتقائی منازل کی نشاندہی کر رہا ہے۔ اتنے زیادہ مواد کے دریا کو کوزے میں بند کرنے والی ہے۔''

''عراق نمبر'' خوبصورت تو ہو سکتا ہے لیکن ''نہایت'' نہیں۔ ''نہایت خوبصورت'' بنانے کے لئے کھلا وقت ہونا چاہئے' جبکہ ''عراق نمبر'' شائع کرنے کا خیال عین دورانِ جنگ امریکہ کی چیرہ دستیوں کو دیکھ کر آیا تھا۔ آدھی جنگ ہو چکی تھی۔ آدھی جنگ باقی تھی امریکی میڈیا کے جھوٹے دعووں کی قلعی کھلنا شروع ہو گئی تھی۔ عراق کا وزیر اطلاعات سعید الصحاف طنز آمیز لب و لہجے میں امریکی میڈیا پر تابڑ توڑ حملے کر رہا تھا کہ امیر تنظیم اسلامی' جناب حافظ عاکف سعید صاحب سے دوران گفتگو سوال پیدا ہوا کہ جنگ کا نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو' کیا جنگ ختم ہونے سے پہلے پہلے ''عراق نمبر'' نکالا جا سکتا ہے۔ یہ سوال ہمارے خصوصی اشاعتوں کے مدیر خصوصی جناب سید قاسم محمود تک پہنچایا گیا۔ انہوں نے ایک ہفتے کے اندر اندر ''عراق نمبر'' آپ تک پہنچا دیا۔

پیرس (فرانس) میں مقیم ایک پاکستانی عاکف غنی صاحب کا موضوع بھی ''عراق نمبر'' کی تعریف ہے۔ لکھتے ہیں: ''ماشاء اللہ ''مشرقی پاکستان نمبر'' سے جو روایت شروع ہوئی تھی' وہ ''اقبال نمبر'' سے ہوتی ہوئی ''عراق نمبر'' تک بہت اچھے انداز سے آگے بڑھ رہی ہے۔ ہر نمبر پچھلے نمبر سے بہتر ہوتا چلا گیا۔ اب تو ویسے بھی ''ندائے خلافت'' ظاہری و معنوی لحاظ سے بہتر سے بہتر ہو رہا ہے۔ اب آپ ''خلافت نمبر'' بھی شائع کر دیں۔

عاکف غنی صاحب نے اپنے خط میں ہمارے ایک بہت ہی معیاری معلومات خیز ''فلسطین نمبر'' کا حوالہ نہیں دیا۔ گویا یہ سہو ہو گیا' یا ''فلسطین نمبر'' پیرس تک نہیں پہنچا۔ راہ میں اسرائیلیوں کو بھنک پڑ گئی ہو گی۔ عاکف صاحب کو چاہئے کہ نہ ملا تو جلد خط لکھ کر منگوا لیں۔ ''فلسطین نمبر'' کا دوسرا ایڈیشن بھی ختم! ہونے والا ہے۔ ''خلافت نمبر'' کا منصوبہ پہلے ہی نہ صرف زیرِ غور' بلکہ زیرِ تالیف ہے۔ مضمون شکل ہے' اس لئے ذرا وقت لگے گا۔ اس سے پہلے ''نظریۂ پاکستان نمبر'' چودہ اگست کو پیش کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔

محمود ظفر صاحب لکھتے ہیں: ''عراق نمبر شائع کرنے پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ مسلمانوں کی حالت زار اور بے بسی کے قصے پڑھ کر نہایت افسوس ہوا کہ دشمن کی چال کو اب بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ''عراق نمبر'' بہت ہی عظیم تاریخی دستاویزات پر مشتمل ہے۔ تمام احباب قابلِ قدر ہیں' جنہوں نے بہت بڑے تاریخی ذخیرے کو اکٹھا کیا اور سابقہ اور موجودہ حالات کا بڑی خوبصورتی سے تجزیہ کر کے مسلمانوں کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔''

ہاں' ہمارے مسلمان دوست' اس حد تک ضرور بیدار ہو گئے ہیں کہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ایڈیٹر کو مبارکباد کا خط لکھنے کو کافی خیال کرتے ہیں۔

سید محمد آزاد کشمیر کے ایک سینئر صحافی اور مصنف ہیں۔ انہوں نے ہمارے ایک مقبول سلسلے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھا ہے: ''کچھ عرصے سے افہام و تفہیم'' کے عنوان سے سوال و جواب کا سلسلہ شروع کیا گیا تھا۔ پہلے بھی وقتاً فوقتاً ایسا ہوتا رہا ہے۔ اس نہایت مفید سلسلے کو کتابی شکل میں شائع کیا جانا بہت ضروری ہے' تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ استفادہ کر سکیں۔''

سید صاحب! آپ کی تجویز شعبۂ مطبوعات میں پہنچا دی گئی ہیں۔ اگر انہوں نے بھی اس تجویز کو پسند کیا تو ان شاء اللہ ''افہام و تفہیم'' کتابی صورت میں آپ تک بھی پہنچ جائے گی۔

ایڈیٹر
ندائے خلافت

# شانِ رسالت ﷺ اور ہماری ذمہ داریاں

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 16 مئی 2003ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

کل 12 ربیع الاول کا دن تھا۔ اس دن کا تعلق آنحضور ﷺ کی شخصیت سے ہے۔ اصل میں اس دن کے حوالے سے مسلمانوں کے غور وفکر کی اصل چیز یہ ہے کہ کیا ہم واقعی رسول اللہ ﷺ کا اتباع کر رہے ہیں؟ کیا ہم نے آپؐ کے اسوۂ کاملہ کو عملاً اسی طرح اختیار کیا ہے جیسے ہم زبان سے کہتے ہیں کہ آپ کا اسوہ ہر اعتبار سے کامل' مکمل اور خوبصورت ترین ہے۔ کہیں بحیثیت امتی آنحضور ﷺ کے حقوق کی ادائیگی میں ہم سے کوئی کوتاہی تو نہیں ہو رہی ہے؟ اور پھر یہ سوال ہونا چاہئے کہ آنحضور ﷺ کا سچا امتی کون ہے؟ یقیناً اس دن کو منانا کسی نفع سے خالی نہیں ہے اگر توجہ اس بات پر رہے کہ ہمیں آپؐ کے اسوۂ کو اختیار کرنا ہے۔ جہاں تک حضور ﷺ کی شان' رفعت اور عظمت کا معاملہ ہے اس کا تعین میں اور آپ نہیں کر سکتے۔ اگر ہم اس کی کوشش کریں گے تو اپنی حدود سے تجاوز کریں گے۔ آنحضور ﷺ کی شان کا صحیح تعین تو وہی کر سکتا ہے جو آپؐ سے بھی اوپر ہو اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ہم خود آنحضور ﷺ کی شان کا تعین نہیں کر سکتے' کیونکہ ہمیں کما حقہ اس کا ادراک ہو ہی نہیں سکتا۔ سورۃ الضحیٰ کی آیت:

﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى۝﴾

''اے نبی! بعد کا آنے والا دور آپ کے لئے پہلے سے بہتر ہے۔'' مکی دور کے بالکل ابتداء میں نازل ہو رہی ہے۔ اس کے مفہوم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس وقت مشکل حالات ہیں' اسلام مغلوب ہے' آپ کی بات سننے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے' آپ کو مجنوں اور ساحر اور مسحور کہا جا رہا ہے۔ لیکن بعد میں جو وقت آئے گا وہ آپؐ کے لئے اور مسلمانوں کے لئے بہت بہتر ہوگا۔ مسلمانوں کو فتوحات ملیں گی' سربلندی عطا ہوگی۔

اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ ہر آنے والا لمحہ آپ کے لئے پچھلی گھڑی سے بہتر ہے اور یہ وہ سلسلہ ہے جو ختم نہیں ہو رہا ہے' بلکہ جاری وساری ہے' یعنی آپؐ کے درجات بلند ہونے کا سلسلہ بدستور جاری ہے اور جاری رہے گا' یہاں تک کہ میدانِ حشر میں آپؐ مقام محمود پر فائز کئے جائیں گے اس اعتبار سے ہم آپؐ کے مقام کا تعین کر ہی نہیں سکتے۔ قرآن مجید میں آنحضور ﷺ کی شان اور عظمت کے حوالے سے نوعِ انسانی کو جو فائدہ پہنچا ہے اس کا تذکرہ اس انداز میں کیا گیا:

﴿وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

''اے نبی! ہم نے آپؐ کو نہیں بھیجا مگر جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر''۔

اب یہ رحمۃ للعالمین کا لفظ بھی بتا رہا ہے کہ اس میں آپؐ کی شان کے اس پہلو کی طرف اشارہ ہے کہ آپؐ جہان والوں کے لئے رحمت بن کر آئے ہیں' یعنی آپؐ پوری نوعِ انسانی کے حق میں رحمت ہیں۔ یہ سمجھ لیجئے کہ وہ رحمت کیا تھی! حضورؐ کو الہدیٰ یعنی قرآن عطا کیا گیا۔ جس میں ہر طرح کے فکری ونظری اور علمی وعملی اشکالات اور سوالات اور ان کے جوابات انتہائی تسلی بخش انداز میں موجود ہیں۔ قیامت تک آنے والے بڑے سے بڑے فلسفی کے لئے بھی اگر کوئی علمی پیاس کی تسکین کا سامان ہے تو قرآن مجید میں ہے۔ بڑے سے بڑے اقتصادی مسائل کا بھی اگر کوئی حل ہے تو اس کے لئے بھی بنیاد اسی قرآن میں ہے۔

قرآن حکیم میں بالقوۃ (Potentially) تمام علوم موجود ہیں' البتہ لوگوں کے اذہان ان تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔ اب جوں جوں ترقی ہو رہی ہے لوگ آہستہ آہستہ ان تک پہنچ رہے ہیں اور قرآن مجید کے نئے نئے معارف اور نئی نئی حکمتیں نکھر کر سامنے آ رہی ہیں۔ ایک تو اس پہلو سے آپؐ جہان والوں کے لئے رحمت ہیں کہ آپؐ کے ذریعے سے یہ قرآن نوعِ انسانی کو ملا ہے۔ دوسرے وہ آیت جو حضور ﷺ کی شان میں تین مرتبہ قرآن میں آئی آپؐ کی شانِ رحمت بیان کر رہی ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ﴾

''وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول کو بھیجا الہدیٰ اور دین حق دے کر تا کہ آپ اسے کل جنسِ دین پر غالب کر دیں''۔

نبی اکرم ﷺ الہدیٰ (قرآن حکیم) کے ساتھ دین حق یعنی ایک کامل نظام عدل اجتماعی' بھی لے کر آئے جس میں انسانوں کو ٹھیک ٹھیک حقوق مل جائیں' جس میں کوئی شخص اپنے جائز حق سے محروم نہ رہے۔ اس نظام کے بھی دو پہلو ہیں۔ ایک حقوق وہ ہیں جن کا تعلق دنیوی معاملات اور زندگی کی سہولتوں سے ہے۔ یعنی ہر شخص کو اس کی کفالت کا بنیادی حق ملنا چاہئے۔ یہ نظام بھی آنحضور ﷺ ہی نے نوعِ انسانی کو عطا کیا۔ امریکہ کا نیو ورلڈ آرڈر تو انسان کو شرفِ انسانیت سے محروم کرنے کی سازش ہے۔ یہ ابلیسی نظام ہے۔ ابلیس چاہتا تھا کہ انسان کو جو شرف عطا ہوا وہ سلب ہو جائے اور اس سے انسان محروم ہو جائے۔ ابلیس کا یہی انتقامی جذبہ ہے' جس کا آج پورے طور پر اظہار ہو رہا ہے۔ یہ نظام جسے دنیا نیو ورلڈ آرڈر کے نام سے جانتی ہے اس کا ہدف یہ ہے کہ شرم وحیا کا لبادہ انسان پر سے اتار دیا جائے اور وہ ایک معاشی جانور بن کر رہ جائے' اسے خیال ہی نہ آئے کہ میرا کوئی رب بھی ہے' میرے اندر کوئی اخلاقی یا روحانی عنصر بھی ہے' کوئی انسانیت بھی ہے۔ انسان کو جو شرف عطا ہوا تھا وہ تو اس روح کی وجہ سے تھا جو اللہ کی طرف سے اس میں پھونکی گئی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ مسجودِ ملائک بنا۔ یہ الگ بات ہے کہ آج ہم خود اپنی نالائقی کی وجہ سے خود اس رحمت سے محروم ہیں اور اس نظام عدل وقسط سے مستفیض ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اس میں قصور ہمارا ہے۔

مجھے ایک بڑی پیاری حدیث یاد آ رہی ہے جس میں آنحضور ﷺ نے بڑے اچھوتے انداز میں توجہ دلائی کہ ہر انسان جنت میں داخل ہو جائے گا سوائے ان کے جو خود انکار کر دیں۔ پوچھا گیا: وہ کیسے؟ فرمایا:

((مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی))

''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی گویا اس نے جنت میں داخلے سے انکار کیا''۔

حضور ﷺ کی رحمت پورے عالم کے لئے تھی۔ ہم آپؐ کی اس رحمت کو اپنے حق میں استعمال کرنے سے منکر ہیں۔ وہ تو الہدیٰ کی شکل میں موجود ہے' دین حق کی شکل میں موجود ہے' لیکن آپؐ کی رحمت کو مسلمانوں نے اپنے لئے حرام کیا ہوا ہے۔ گویا ہم نے خود انکار کیا ہے' ہم خود اس رحمت کو (own) کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ہمیں وہی نظام پسند ہے جس میں سود ہو' جس میں جوا ہو' جس میں سٹہ ہو' جس میں عریانی اور فحاشی ہو۔ ہم نے اس کو اپنایا ہے اور نظام مصطفیٰ ﷺ کو اپنے پاؤں تلے مسل رہے ہیں۔

بہر حال یہ آپؐ کی شان ہے کہ آپؐ کے ذریعے سے انسانیت کو ایسا عادلانہ نظام ملا۔ اس ضمن میں آپؐ کی منفرد شان یہ ہے کہ آپؐ نے صرف قال سے نہیں بلکہ اپنے حال سے بھی گواہی دی اور آخری درجے میں اتمام حجت کر دی اور اسوۂ کاملہ بن کے دکھا دیا۔

تیسری شان جس میں آپؐ یکتا ہیں وہ یہ ہے کہ آپؐ نے اس دین حق یعنی نظام عدل اجتماعی کو قائم بھی کر کے دکھا دیا کہ یہ ہے وہ نظام اور یہ ہیں اس کی برکات۔

ایک شان کی طرف میں خاص طور پر متوجہ کرنا چاہتا ہوں، جس کا بیان سورۃ اعراف میں ہوا ہے۔ یہ نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں ہیں۔ فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (الاعراف:157)

اس آیت میں حضور ﷺ کی بعض شانوں کا ذکر ہے۔ پہلی بات یہ فرمائی کہ وہ نبی رسول امی کون ہو گا جس کے بارے میں وہ پائیں گے پیشین گوئیاں تورات میں بھی اور انجیل میں بھی۔ ہر نبی اور رسول نے حضور ﷺ کے آنے کی بشارت دی اور نوید سنائی ہے۔ گویا پورے عالم کو آپ کا انتظار تھا۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ ان کی شان یہ ہو گی کہ معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے۔ یعنی جس چیز کا وہ حکم دیں گے وہ معروف ہے اور جس چیز سے انہوں نے منع کیا وہ منکر ہے۔ گویا خیر و شر کا معیار اس نبیؐ کی ذات ہو گی۔ اس لئے کہ خیر و شر کے معاملے میں مختلف شریعتوں میں بھی فرق رہا ہے۔ بعض چیزیں سابقہ شریعتوں میں حلال تھیں بعد میں وہ حرام کر دی گئیں، بعض مباح تھیں بعد میں ان کو ناجائز قرار دے دیا گیا۔ خیر و شر، معروف اور منکر کا حتمی، قطعی اور آخری فیصلہ وہ نبیؐ آ کر صادر فرمائیں گے۔ جن باتوں کا انہوں نے حکم دیا ان کو تمام لو کہ وہ خیر ہی خیر ہے اور جس سے منع کیا اس سے رک جاؤ کہ اس میں شر ہے، اس میں تمہارا نقصان ہے۔ گویا وہ ذات خود معیار خیر و شر ہے۔

تیسری بات فرمائی کہ وہ تمام طیب اور پاکیزہ چیزوں کو تمہارے لئے حلال کر دیں گے اور تمام خبیث اور نقصان دہ چیزوں کو تمہارے لئے حرام کر دیں گے۔ سابقہ شریعتوں میں اس میں کچھ اونچ نیچ رہی اور کچھ لوگوں نے خود اس میں بگاڑ پیدا کر دیا۔ مثلاً بنی اسرائیل سمجھتے تھے کہ اونٹ حرام ہے جو ان کی غلط فہمی تھی۔ لیکن نبی اکرم ﷺ نے ہر شے جو طیب ہے، عمدہ ہے، پاکیزہ ہے، جس میں انسان کے لئے بھلائی ہے ان تمام چیزوں کو حلال کر دیا تاکہ انسان ان کے فوائد سے محروم نہ رہ جائے۔ اس کا بھی اٹل اور آخری فیصلہ وہی فرمائیں گے۔ اور جس شے میں خباثت کا پہلو ہے، نجاست ہے اسے تاقیامت حرام قرار دے دیا۔ یعنی حلت و حرمت کا آخری قطعی فیصلہ بھی ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا۔

آخری بات یہاں یہ فرمائی کہ اس نبی کی شان یہ ہو گی کہ نوع انسانی کو ان کے کندھوں پر پڑے ہوئے بوجھ اور گردنوں میں پڑے ہوئے طوقوں سے نجات دلائیں گے۔

آیت کے اس حصے کی طرف توجہ عام طور پر کم ہوئی کہ اس سے کیا مراد ہے۔ دیکھئے نوع انسانی کی گردنوں میں جو ناروا بوجھ اور طوق ڈالے گئے ہیں وہ کئی قسم کے ہیں۔ ایک طوق وہ ہے جو بادشاہوں نے ڈالا تھا۔ وہ طوق یہ تھا کہ رعایا ان کی محکوم تھی، غلام تھی۔ ان کا کوئی حق نہیں تھا۔ بادشاہ نے اگر کچھ دے دیا تو وہ سمجھے کہ بادشاہ کا انعام ہے، ورنہ جو کچھ ان کا ہے اس میں بادشاہ جو کچھ چاہے جب چاہے غصب کر لے۔ جیسے چاہے ٹیکس لگائے، جیسے چاہے قانون بنائے، سیاہ کو سفید کرے، سفید کو سیاہ کرے۔ اس محکومی اور غلامی سے آنحضور ﷺ نے نوع انسانی کو نجات دلائی۔ ایک بوجھ مذہبی طبقات کی طرف سے لوگوں پر ڈالا گیا تھا کہ تم اپنے رب سے ہم کلام ہونا چاہتے ہو، اس سے دعا کرنا چاہتے ہو، لیکن تم انتہائی نجس ہو، ناپاک ہو، گناہ گار ہو، تم اپنے رب سے رابطہ نہیں کر سکتے۔ ہمیں خوش کرو، نذرانے دو، ہمارے مطالبات پورے کرو تو پھر ہم تمہاری بات وہاں تک پہنچائیں گے۔ اس لئے کہ ہمیں وہاں رسائی حاصل ہے۔ یا یہ بت اللہ کے ہاں بہت قرب رکھتے ہیں، یہ تمہاری بات وہاں پہنچائیں گے، اپنے نذرانے یہاں پیش کرو۔ نذرانے کہاں جاتے تھے؟ وہ مذہبی نظام چلانے والے لے جاتے تھے۔ یہ ایک بہت بڑا مذہبی غلامی کا طوق تھا جو ان کی گردن میں پڑا ہوا تھا۔ اس بوجھ سے بھی حضور ﷺ نے نجات دلائی۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ﴾

"اے نبی! جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو بتا دیجئے کہ میں بالکل قریب ہوں!"

﴿اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾

"میں پکارنے والے کی پکار (دعا) کو سنتا ہوں (جواب دیتا ہوں، قبول کر لیتا ہوں) جب بھی مجھے پکارے (جہاں بھی مجھے پکارے)۔"

اسی لئے اقبال نے کہا:

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو

اس بوجھ سے بھی آنحضور ﷺ نے نوع انسانی کو نجات دلائی۔ اسی طرح کچھ معاشرتی رسومات کا بوجھ انسان اپنے اوپر لاد لیتا ہے۔ مثلاً بچہ پیدا ہو گا تو اس کی خوشی کیسے منانی ہے؟ نکاح کا معاملہ ہے، اسے کیسے celebrate کیا جائے؟ کوئی شخص مر گیا ہے، اس کی تدفین ہے یا اس کو dispose off کرنا ہے۔ ان معاملات میں کتنے بوجھ ہیں جو ہم نے اپنے اوپر ڈال لئے ہیں۔ آنحضور ﷺ نے ان تمام ناروا بوجھوں سے نجات دلا کر ان معاملات کو انتہائی سادہ اور آسان بنا دیا تھا۔ نوع انسانی کو ہر قسم کے ناروا بوجھوں اور طوقوں سے نجات دلانے والی شخصیت تھی رحمۃ للعالمین ﷺ کی شخصیت۔ اگر ہم واقعی آپؐ کے عطا کردہ نظام کو عملاً اپنی زندگیوں میں لاگو کریں تو اس سے زیادہ آئیڈیل نظام کوئی نہیں۔ کسی شخص پر ناروا کوئی بوجھ نہیں، کوئی شخص اپنے جائز حق سے محروم نہیں ہو سکتا۔

آیت کے اگلے حصے میں ذکر ہو رہا ہے کہ اس رسول نبی امی ﷺ کے سچے پیروکار کون ہیں، آپ کا سچا امتی کون ہے؟ سچے امتی کی چار شرطیں ہیں:

پہلی شرط یہ کہ آپؐ پر ایمان لائے۔ ایمان کون سا، وہ یقین قلبی والا ایمان جو انسان کے عمل کو متاثر کرے اور اس کا عمل گواہی دے کہ یہ شخص نبی ﷺ پر ایمان رکھتا ہے، یہ واقعی حضور ﷺ کو اللہ کا نبی اور رسولؐ مانتا ہے۔ یہ واقعی سمجھتا ہے کہ اللہ کے ساتھ رسول کی اطاعت بھی لازمی ہے۔ یہ ایمان اللہ کے ہاں معتبر ہے۔

دوسری شرط یہ کہ اس کے ساتھ دل سے نبی ﷺ کا ادب، احترام اور تعظیم کرے۔ الحمد للہ امت میں آپؐ کے لئے ادب و تعظیم کے جذبات موجود ہیں۔ اللہ کرے یہاں جو باقی چیزیں آئی ہیں ان کو بھی ہم پورا کریں۔ جو خیر ہے اس کا اعتراف کرنا چاہئے لیکن ادب و احترام اور تعظیم کو اس رخ پر ڈھلنا چاہئے جو قرآن نے معین کیا۔ یعنی اگر ادب اور محبت و احترام ہے تو رسولؐ کے اسوہ کو اختیار کرو، ان کے نقش قدم پر چلو، ان کی پیروی کرو، ان کے طرز بود و باش کو اختیار کرو، جو تعلیمات آپؐ کی تھیں ان کو بجا لاؤ۔ اگر یہ نہیں تو پھر خواہ مخواہ کا دعویٰ ہے۔ اس کا عمل بتا رہا ہے کہ یہ جھوٹا ہے۔

سچے امتی ہونے کا تیسرا تقاضا یہ ہے کہ نبی ﷺ کی نصرت کی جائے، یعنی جو مشن نبی ﷺ کو دیا گیا تھا غلبہ اور اقامت دین کا، وہ دین حق جو آنحضور ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا سب سے بڑا مظہر ہے، اسے قائم کرنے میں آپؐ کی مدد کی جائے۔ اس مشن کو آگے بڑھانے میں جیسے حضور ﷺ اور صحابہؓ نے جان و مال کی قربانی دی اسی

(باقی صفحہ 18 پر)

# عالم اسلام کا المیہ

**تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں**

ابوالحسن

عالم اسلام اس وقت انتہائی کرب ناک صورت حال سے دوچار ہے۔ امریکہ بدترین دشمن بن کر سامنے موجود ہے۔ وہ مسلمانوں کو کچل رہا ہے اور ان کے مفادات کو زک پہنچا رہا ہے' ان کے وسائل کو گن پوائنٹ پر چھین رہا ہے' ان کو سیاسی طور پر مفلوج کر رہا ہے۔ مسلمان ممالک کا عام شہری اُس کی ان حرکات پر دانت پیس رہا ہے۔ سیاسی تنظیمیں امریکہ کے خلاف ایک آدھ جذباتی بیان داغ دیتی ہیں' اس سے آگے بڑھ کر کچھ کرنے کی نہ وہ صلاحیت رکھتی ہیں نہ ضرورت محسوس کرتی ہیں۔ اصلاحی تنظیمیں امریکی مصنوعات کے بائیکاٹ کی اپیلیں اخبارات میں شائع کر دیتی ہیں جو مخصوص طبقات کے مفادات اور سہل انگاری کی وجہ سے بہت کم اثر پذیر ہو رہی ہیں۔ ان تنظیم کے غیر موثر ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کے پاس committed اور تن من دھن نچھاور کرنے والے کارکن نہ ہونے کے برابر ہیں۔ مسلمان ممالک کی عسکری تنظیم میں جوش ہی جوش ہے' ہوش نہیں ہے۔ جان دینے کا جذبہ ہے جو یقیناً انتہائی غیر معمولی بات ہے اور بعض اوقات ناقابل یقین کارنامے سرانجام دے دیتا ہے۔ خودکش حملے اسی جذبہ کی پیداوار ہیں لیکن دشمن کے چند افراد کی جان لے لینے کے سوا کچھ نہیں کر پاتے اور انتہائی ترقی یافتہ ٹیکنالوجی سے سرخ کر رہ جاتے ہیں۔ دشمن اکثر و بیشتر ان کے اسلحہ کی زد میں نہیں آتا۔ ان خودکش حملوں سے اسلام دشمن قوتوں کو کچھ نہ کچھ نقصان ضرور پہنچا ہے لیکن اس عسکریت کو امریکہ نے میڈیا کے ذریعے اپنے حق میں زبردست استعمال کیا ہے۔ انہوں نے ایک دنیا کو باور کرا دیا ہے کہ مسلمان دہشت گرد ہے اور اُس کی اس دہشت گردی سے صرف آہنی ہاتھ سے نمٹا جا سکتا ہے وگرنہ دنیا شدید خطرہ سے دوچار ہو جائے گی۔ اس عسکریت نے امریکہ کو موقع دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو ڈیزی کٹر سے ہلاک بھی کر رہا ہے اور دہشت گردی کا ہوّا کھڑا کر کے مظلوم بھی بنا ہوا ہے۔ بدترین کردار مسلمان ممالک کے حکمران ادا کر رہے ہیں جو خواہی نخواہی اور دانستہ یا نادانستہ طور پر دشمن کے ایجنٹ کا رول ادا کر رہے ہیں۔ وہ سب الا ماشاء اللہ غیر جمہوری طریقوں سے اقتدار حاصل کئے ہوئے ہیں۔ انہیں عوام کا اعتماد حاصل نہیں ہے بلکہ وہ عوام سے خوف زدہ ہیں۔ وہ ناجائز طریقوں سے عوام پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسلط رہنا چاہتے ہیں۔ امریکہ ان کی اس کمزوری کو بھانپتے ہوئے ان کی مدد کو آ پہنچتا ہے۔ وہ ان کا پشت پناہ بن جاتا ہے۔ لہٰذا امریکہ کے شکنجے میں کسے جانے کے بعد وہ اپنے عوام کے خلاف وہ تمام اقدامات کرنے کے لئے خود کو مجبور پاتے ہیں جن کا مطالبہ امریکہ کی طرف سے آتا ہے۔

جنگ عظیم دوم کے بعد جب سامراجی قوتوں نے غیر ترقی یافتہ اور ترقی پذیر اقوام پر غلبہ اور بالادستی حاصل کرنے کے لئے الٹرا امپیریلزم کی راہ اختیار کی تو جہاں ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف جیسے ادارے اقتصادی غلبہ حاصل کرنے کے لئے قائم کئے گئے وہاں مختلف این جی اوز اور عالمی تنظیم کے ذریعے معاشرتی دراندازی شروع کی گئی جبکہ سی آئی اے پہلے ہی سیاسی توڑ پھوڑ کر کے اپنے پسندیدہ لوگوں کے اقتدار کی راہ ہموار کر رہی تھی۔ کہنے کو تو یہ سب کچھ تیسری دنیا یا غیر ترقی یافتہ اقوام میں کیا گیا لیکن اس کے اصل نشانہ مسلم ممالک ہی تھے۔ جنگ عظیم کے بعد قوت کا محور (axix) برطانیہ سے امریکہ کو منتقل ہو گیا اور پنجۂ یہود نے بھی فرنگ کی بجائے امریکیوں کی گردنیں دبوچ لیں۔ یہودیوں کا طریقہ واردات ازل سے یہ رہا ہے کہ افرادی قوت میں کمی کی وجہ سے خود پس منظر میں رہتے ہیں اور غالب قوت کے کندھوں کو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ عالم اسلام ہی کی نہیں' انسانیت کی بدقسمتی یہ ہے کہ عالمی سطح پر اس وقت انسانوں کا وہ گروہ غالب قوت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا جن کے آباء و اجداد مجرم اور معاشرے کے انتہائی غیر پسندیدہ افراد تھے اور ایک زمانے میں برطانوی معاشرے کی تطہیر کے لئے انہیں اجتماعی طور پر ملک سے نکال دیا گیا تھا۔ سازشی ذہن اور شیطانی فطرت رکھنے والے یہودیوں نے آسانی سے اس غالب قوت سے اشتراک کر لیا۔ اس گٹھ جوڑ نے شروع سے مسلمانوں کو ہٹ لسٹ پر رکھ لیا تھا لیکن احتیاط یہ کی گئی کہ پہلے ایسی قوت پر حملہ کیا گیا جو خود سامراجی عزائم رکھتی تھی اور اس شیطانی گروہ کے مقاصد کے حصول میں رکاوٹ بن سکتی تھی۔ میڈیا کے ذریعے اپنے دشمن کو خدا اور مذہب کا بدترین دشمن بنا کر پیش کیا گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ خود سادہ لوح مسلمانوں نے اس گروہ کو روئے ارضی پر سپریم پاور بنانے کے لئے اہم رول ادا کیا۔ مدمقابل قوت کو سرنگوں کرنے کے بعد امریکہ اپنے پارٹنر یہودی کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو اقتصادی' سیاسی اور معاشرتی طور پر بری طرح کچلنا شروع ہو گیا۔ یہودیوں اور امریکیوں کے مفادات اس لئے بھی مشترک ہو گئے ہیں کہ یہودی جن مسلمان علاقوں کو ہتھیا کر گریٹر اسرائیل کا قیام چاہتے ہیں وہی علاقے سیال سونا اگل رہے ہیں اور امریکہ جس کے سامنے اخلاقی اور روایتی اقدار بے معنی باتیں ہیں' اس دولت کو ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا ہے۔ یہاں ایک بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ یہودی لابی امریکی انتظامیہ پر یقیناً اثر انداز ہوتی ہے لیکن امریکی فوج تیزی سے اس سمت حرکت کرتی ہے اور ان علاقوں کو ترجیح دیتی ہے جس سے مال ہاتھ لگے۔ مثلاً افغانستان اور عراق پر حملہ کرنے میں بڑی جلد بازی سے کام لیا گیا اس لئے کہ افغانستان راستہ ہے وسطی ایشیا کی دولت کے حصول کے لئے اور عراق خود تیل کی دولت سے بھرا ہوا ہے۔ اسرائیل کی خواہش اور ترجیح یہ ہے کہ عراق کے بعد شام کو نشانہ بنایا جائے تاکہ جغرافیائی لحاظ سے گریٹر اسرائیل کی شکل ظاہر ہونی شروع ہو اور سعودی عرب کی باری بعد میں آئے جبکہ امریکہ کو شام میں دولت نظر نہیں آتی اور وہ سعودی عرب میں سازشیں کر رہا ہے کہ تیل کی دولت مشرق وسطیٰ میں سب سے زیادہ ہے۔ بہرحال فرق صرف ترجیح کا ہے' بنیادی طور پر نہیں۔

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کی حکمت کیا ہے! جنوبی ایشیا میں دشمنان اسلام کے مفادات بعض دوسری بنیادوں پر مشترک ہیں۔ بھارت مملکت خداداد پاکستان کا ازلی اور پیدائشی دشمن ہے تو امریکہ کو بھارت کی اشد ضرورت اس لئے ہے کہ اسے چین کو محدود رکھنا ہے۔ پھر پاکستان اسلامی ملک ہوتے ہوئے ایٹمی قوت بن گیا جو امریکہ کے محبوب اسرائیل کے لئے خطرہ کا باعث ہے' لہٰذا بھارتی اور اسرائیلی مفادات یکجا ہو گئے۔ بھارت پہلے عرب ممالک میں اپنے اقتصادی مفادات کے تحفظ کے لئے اسرائیل سے محض اندرون خانہ تعلقات رکھتا تھا اور ظاہراً تکلف برتتا تھا۔ اب

(باقی صفحہ 19 پر)

## ایک مجددی اور ایک اصلاحی تحریک کے بعد ایک جہادی تحریک کی داستان

# پہلے پچیس سال کی کہانی

شاہ عبدالعزیز عصر کی نماز سے فارغ ہو کر' مسجد کے قریب ہی اپنے تکیے پر تشریف لائے تو اُن کے خاص مقرب بھی ہمراہ ہو لئے۔ ایک صاحب نے کہا "یہ لڑکا آپ سے ملاقات کا خواہشمند ہے"۔ شاہ صاحب نے دیکھا' بیس اکیس برس کا ایک نوجوان تھا۔ مسیں بھیگی ہوئی تھیں اور ہونٹوں پر ہلکی ہلکی مونچھوں میں بجائے تبسم کے تکبر تھا۔ وہ نوجوان قریب آیا اور سادگی سے بولا "السلام علیکم"۔

شاہ صاحب نے سلام کا یہ مسنون طریقہ پہلی مرتبہ دیکھا اور سنا تھا۔ بہت خوش ہوئے۔ اُس وقت پورے ہندوستان سے سلام مسنون کا رواج ختم ہو چکا تھا' حتی کہ شاہ صاحب کے خاندان میں بھی اس کی رسم نہ تھی اور جب وہ سلام کرتے تھے تو کہتے تھے "عبدالعزیز سلام عرض کرتا ہے"۔ "عبدالقادر سلام عرض کرتا ہے" "رفیع الدین سلام عرض کرتا ہے"۔ عام لوگوں میں "آداب عرض" کہنے کا رواج پختہ ہو چکا تھا۔

شاہ صاحب نے مسرت آمیز قربت کے احساس سے نوجوان سے مصافحہ کیا اور اپنے پاس بٹھایا۔ دریافت کیا "کہاں سے تشریف لائے؟"

نوجوان نے کہا "رائے بریلی سے"۔

"کس خاندان سے ہیں؟"

"وہاں کے قطبی سادات میں شمار ہے"۔

فرمایا: "سید ابوسعید صاحب' سید نعمان صاحب سے واقف ہیں؟"

نوجوان نے کہا: "جی ہاں' ابوسعید صاحب' میرے نانا اور نعمان صاحب میرے حقیقی چچا ہیں"۔

"تو گویا محمد عرفان کے فرزند ہو۔ اسم گرامی کیا ہے؟"

نوجوان نے کہا "احمد"۔

شاہ صاحب نے ٹکڑا لگایا "احمد علی؟"

"جی نہیں' احمد علی میرے بھانجے ہیں۔ میں صرف احمد ہوں"۔

شاہ صاحب نے چشم تصور سے پورے اہل خاندان کو چلتا پھرتا دیکھ لیا' شاہ ابوسعید اُن کے والد شاہ ولی اللہ کے خلیفہ تھے۔ شاہ عبدالعزیز سے مکاتبت رہتی تھی۔ مولانا سید نعمان شاہ ولی اللہ سے بیعت تھے اور ان کی وفات تک حاضر باش رہ کر روزانہ ملاقات اور شاہ صاحب کی خصوصی توجہ اور شفقت سے محظوظ ہوتے رہے۔ مولانا نعمان شاہ صاحب کے ہم عصر اور ہم عمر تھے۔ پنج وقتہ نمازوں کے رفیق' ہمدم و ہم ساز۔ اُن کے بھائی محمد عرفان جوانی میں فوت ہو گئے تھے۔ ان کی پہلی شادی شاہ ابوسعید کے بھائی سید محمد معین کی صاحبزادی سے ہوئی' جن سے کوئی اولاد نرینہ نہ ہوئی۔ البتہ ایک بیٹی پیدا ہوئی جن کے بطن سے چار لڑکے پیدا ہوئے۔ سید محمد علی' سید احمد علی' سید حمید الدین' سید عبدالرحمٰن۔

شاہ عبدالعزیز یہاں تک تو اس خاندان کے ہر فرد سے واقف تھے' لیکن نئی نسل کے نوعمر بچوں نے اپنے اجداد کی میراث سے کہاں تک استفادہ کیا تھا' اس سے کماحقہ'

سید قاسم محمود

واقف نہ تھے' اس لئے اُن کا یہ پوچھنا بالکل برحق اور بروقت تھا "آپ کی تحصیلات کیا ہیں؟"

"احمد نے بے تکلفانہ جواب دیا "نماز کے لئے دو چار سورتیں رٹ لی ہیں' اور بس۔ اپنا تو سارا وقت کھیل کود میں گزرا"۔

یہ بات نوجوان نے غلط نہیں کہی تھی۔ جب اُس کی عمر چار سال' چار ماہ' چار دن کی ہوئی تو شرفاء کے دستور کے مطابق مسجد میں ناظرہ کے لئے بٹھایا گیا۔ لیکن اس کی طبیعت خاندان کے دوسرے لڑکوں اور اپنے ہم عمروں کے برخلاف تعلیم کی طرف راغب نہیں تھی۔ پڑھنے پڑھانے کی طرف توجہ بالکل نہیں تھی۔ تین سال مکتب میں گزر گئے' لیکن اساتذہ کی توجہ وشفقت اور بزرگوں کی تاکید وفہمائش کے باوجود صرف دو چار سورتیں رٹ لی تھیں جو نماز ادا کرنے کے کام آجاتی تھیں۔ اُس کے دونوں بڑے بھائی ابراہیم اور اسحاق اس کو سخت تاکید کرتے رہتے تھے کہ پڑھا کرو۔ چنانچہ کئی مرتبہ اس سلسلے میں بھائیوں کے درمیان چخ چخ بھی ہوئی۔ آخر اس کے والد سید محمد عرفان نے دونوں بیٹوں کو سمجھایا کہ اس کو خدا پر چھوڑ دو۔ خدا اس کے حق میں جو بہتر سمجھے گا' کرے گا۔ ہماری تاکید کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

احمد کو تعلیم' کتابوں اور پڑھنے پڑھانے سے دلچسپی کیوں نہیں تھی؟ اس لئے کہ وہ جسمانی کھیلوں کا بہت شوقین تھا۔ خصوصاً مردانہ اور سپاہیانہ کھیلوں کا شیدائی تھا۔ کبڈی بڑے شوق سے کھیلتا۔ لڑکوں کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیتا۔ ایک گروہ دوسرے گروہ کے قلعہ پر حملہ کرتا اور فتح کرتا یا شکست کھاتا۔ عادت یہ تھی کہ سورج نکلنے کے گھنٹوں بعد تک کسرت اور کشتی میں مشغول رہتا۔ اس کا چھوٹا بھانجا عبدالرحمٰن اس کے بدن پر مٹی ملتا' یہاں تک کہ خشک ہو کر جھڑ جاتی۔ پیروں پر بھانجے کو کھڑا کر کے پانچ سو ڈنٹر لگاتا۔ پھر کچھ ٹھہر کر پانچ سو اور۔ بیس اور تیس سیر کے مگدر ہلاتا تھا۔ ان میں تعداد کا خیال نہیں تھا' بلکہ وقت کا اندازہ تھا' مثلاً دو گھنٹے' تین گھنٹے' چار گھنٹے۔ ورزش گاہ میں پتھر کا ایک ستون تھا۔ چار ہاتھ لمبا اور بہت بھاری۔ نیچے سے موٹا' اوپر سے پتلا۔ ہر زور آور اسے اٹھانے کی مشق کرتا تھا۔ کوئی اسے زمین سے اٹھا کر کھڑا کر دیتا تھا۔ کوئی زانو تک' کوئی کمر تک لے آتا تھا۔ ایک روز چاندنی میں احمد دوسرے لڑکوں کے ساتھ وہاں سے گزرا تو کہنے لگا' اسے اٹھانا چاہئے۔ یہ کہہ کر کرتا اتارا' کندھے پر رکھا اور ستون کے قریب جھک کر اسے اپنے کندھے پر رکھ لیا اور پندرہ بیس قدم چل کر اس کو زمین پر اس زور سے پٹکا کہ ایک ہاتھ کے قریب زمین میں کھُد گئی۔ دوسرے روز لوگ آئے اور اس کو اپنی جگہ سے اتنی دور گڑھے میں پڑا دیکھا تو کہنے لگے کہ کون دیو تھا جس نے اتنی دور لا کر ڈال دیا۔ احمد کو تیرنے اور پانی میں ٹھہرنے کی بڑی مشق تھی۔ سخت بہاؤ میں بہاؤ کے خلاف تیرتا تھا۔ بہاؤ کے موافق تیرنے کو اپنی توہین خیال کرتا تھا۔

### خدمت خلق کا جذبہ

احمد گیارہ بارہ سال کی عمر کو پہنچا تو خدمت خلق کا ایسا جذبہ اور ذوق پیدا ہوا کہ اچھے اچھے بزرگ اور خدا پرست انگشت بدنداں رہ گئے۔ ضعیفوں' اپاہجوں اور بیواؤں کے گھروں پر دونوں وقت جاتا ان کا حال پوچھتا اور کہتا "اگر لکڑی' پانی' آگ وغیرہ کی ضرورت ہو تو لے آؤں؟" سب اہل محلہ احمد ہی کے بزرگوں کے مرید اور خادم تھے' کہتے "میاں کیوں گناہ گار کرتے ہو؟ ہم تو آپ کے اور آپ کے باپ دادا کے غلام ہیں۔ ہماری کیا مجال کہ آپ سے کام لیں؟" احمد ان کی خدمت گزاری کی فضیلت و اہمیت اپنے معصوم طفلانہ انداز میں اس طرح سناتا کہ وہ خاموش ہو کر رہ جاتے۔ غرضیکہ احمد اصرار کر کے ان کی ضرورتیں معلوم کر کے پوری کرتا' بازار سے ان کے لئے سودا لاتا' لکڑی لا دکر اور پانی بھر کر لاتا اور اپنے بڑوں کی دعائیں لیتا' اور اس کام سے کبھی نہ تھکتا' بلکہ ہمیشہ تیار اور آمادہ رہتا۔ رشتہ داروں اور ہمسایوں کے گھروں میں جا کر دیکھتا کہ برتنوں میں پانی ہے یا نہیں۔ جلانے کے لئے لکڑی ہے یا نہیں۔ پانی نہ ہوتا تو بالٹیاں لا کر اپنے ہاتھ سے بھرتا۔ لکڑی نہ ہوتی تو جنگل جا کر خود کاٹتا۔ چادر میں لکڑیوں

کا گٹھا باندھ کر سر پر رکھتا اور گھروں میں پہنچا دیتا۔ اس کے بعض بڑے بھائی بند اور رشتہ دار اس بات پر چیں بجبیں ہوتے' اُسے سخت سست بھی کہتے' مگر احمد اس کی پروانہ کرتا اور لوگوں کی خدمت کئے جاتا۔

**جہاد کا جذبہ اور شوق**

اللہ نے احمد کو والدہ بھی ایسی دی تھیں' جنہوں نے اپنے بچے کے دل میں خدمت' ایثار اور جہاد کا جذبہ بچپن ہی میں کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ ایک مرتبہ رائے بریلی میں ہندو مسلم فسادات بھڑک اٹھے۔ احمد نے گھر سے نکل کر مسلمانوں کا ساتھ دینا چاہا' لیکن دایہ نے کسی طرح جانے نہ دیا۔ والدہ محترمہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ احمد بے چینی سے انتظار کر رہا تھا کہ ماں سلام پھیریں تو جانے کی اجازت طلب کریں۔ والدہ نے جب سلام پھیرا تو دایہ نے کہا ''بی بی! تمہیں احمد سے محبت ضرور ہے' مگر میری طرح نہیں ہو سکتی۔ یہ دین کی حفاظت کا مسئلہ تھا۔ یہ روکنے کا موقع نہ تھا۔ جاؤ بھیا' اللہ کے نام لے کر جاؤ' مگر خبردار پیٹھ نہ پھیرنا' ورنہ تمہاری صورت نہ دیکھوں گی' اور اگر ہندو نکل جانے کے لئے راستہ مانگیں اور کہیں کہ ہم کو جانے دیجئے تو راستہ دے دینا''۔ جب احمد ان گلیوں میں پہنچا جب جہاں فسادات کا ہنگامہ تھا اور ہندوؤں نے کہنا شروع کیا ''ہم کو راستہ دو' ہم چلے جائیں۔ ہمیں آپ سے کچھ مطلب نہیں۔ آپ کا بھی ہم سے کچھ جھگڑا نہیں''۔ جیسے ہی احمد نے یہ سنا' آگے بڑھ کر مسلمان بھائیوں سے کہا ''ان کو جانے دو اور کچھ روک ٹوک نہ کرو' اسی میں خیر ہے''۔

**نوکری کی تلاش میں**

ماں بیوہ تھیں۔ والد کو فوت ہوئے سات آٹھ برس ہو گئے تھے۔ احمد خود بھی اب گھبرو جوان ہو گیا تھا۔ اب گھریلو حالات اور عمر کا تقاضا تھا کہ احمد اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا احساس کرے اور عملی زندگی میں قدم رکھے اور روزگار اور معاش کی فکر کرے۔ چنانچہ 1803ء میں اپنے سات عزیزوں کے ساتھ لکھنؤ روانہ ہوا۔ بڑا بھانجا محمد علی بھی ہمراہ تھا (جس نے بعد میں ''مخزن احمدی'' کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی' جس میں اس سفر کا احوال بھی لکھا تھا) لکھنؤ رائے بریلی سے 49 میل کے فاصلے پر ہے۔ سواری کے لئے ساتوں کے پاس صرف ایک گھوڑا تھا۔ باری باری اس پر سوار ہوتے تھے' لیکن جب احمد کی باری آتی تو وہ سوار نہ ہوتا' بلکہ حیلے بہانے یا منت ساجت کر کے دوسروں کو اپنی باری دے دیتا۔ ہر ایک کے سر پر اس کا اپنا سامان بھی تھا۔ جب آدھی منزل طے ہو گئی تو سب ہم راہی تھک گئے اور کسی مزدور کی جستجو ہوئی۔ لیکن مزدور نہ مل سکا۔ احمد نے اپنے ساتھیوں سے بڑی عاجزی سے کہا ''اس خاکسار کی ایک عرض ہے''۔ احباب نے پوچھا کیا؟ کہا ''اگر آپ سب اسے قبول کرنے کا وعدہ فرمائیں تو عرض کروں گا''۔ دوست مطلب نہیں سمجھے اور کہا ''بڑی خوشی سے''۔ احمد نے کہا ''نہیں' پختہ وعدہ کیجئے''۔ جب سب نے پختہ وعدہ کر لیا تو کہا ''سارا سامان ایک کمبل میں باندھ کر میرے سر پر رکھ دیجئے۔ میں ان شاء اللہ لکھنؤ تک پہنچا دوں گا۔ دوست چونکہ زبان دے چکے تھے' مجبور ہو کر انہوں نے ایسا ہی کیا اور احمد ایسا خوش ہوا جیسے کوئی بڑی دولت مل گئی ہو۔ یوں دونوں ماموں بھانجے اور باقی پانچ عزیز ہنستے بولتے لکھنؤ پہنچ گئے۔

لکھنؤ اس زمانے میں سخت اقتصادی پریشانی کے عالم میں تھا۔ انگریزوں نے نواب شجاع الدولہ سے اودھ کی سلطنت کا ایک نہایت شاداب اور زرخیز علاقہ قبضہ میں لیا تھا' جس کی وجہ سے نواب کی سالانہ آمدنی نصف رہ گئی تھی۔ لکھنؤ پہنچ کر ساتوں دوست روزگار کی تلاش میں ادھر اُدھر پھرنے لگے' مگر روزگار عنقا تھا۔ دن بھر دوڑ دھوپ کرتے' مگر بے کار۔ خرچ بھی ختم ہو گیا تھا۔ اب دو وقت کی روٹی کے لالے پڑ رہے تھے۔ کوئی جو کاتب تھا' وہ ایک جزو کسی کتاب ''کریما'' یا ''مامقیماں'' وغیرہ کی کتابت کر کے شام کو فروخت کرتا۔ کوئی بازار سے تھوڑا سا کپڑا خرید کر اس کی ٹوپیاں سی کر بیچتا اور کھانے کا انتظام کرتا۔ خود احمد ایک امیر کے ہاں کہ خود اس کی امیر کی حالت اچھی نہ تھی' لیکن سادات سے نہایت عقیدت رکھتا تھا' مہمان تھا۔ امیر کے ہاں سے دو وقتہ اچھا کھانا آتا۔ احمد یہ کھانا اپنے عزیزوں کے سامنے رکھ دیتا اور خود دان کی دال روٹی پر گزر کرتا۔

ایسی حالت میں پانچ چھ ماہ گزر گئے۔ ایک روز والیٔ لکھنؤ شکار کی غرض سے پہاڑوں کی طرف روانہ ہوا' اور وہ امیر بھی جن کے ہاں احمد مہمان تھا' ہم رکاب ہوئے۔ احمد بھی اپنے دوستوں کے ہمراہ ہو گیا۔ تین مہینے اس سفر میں گزر گئے۔ سخت سردی کا موسم اور میدانوں اور پہاڑوں کا سفر' سخت مصیبتیں اٹھانی پڑیں۔ احمد راستے بھر اپنے دوستوں کو سمجھاتا رہا: ''عزیز! ایسی دنیا پر خاک ڈالو اور میرے ساتھ دہلی چلو۔ وہاں میرے نانا اور میرے چچا کے مشفق شاہ عبدالعزیز کا وجود غنیمت سمجھو''۔ لیکن ساتھی احمد کے اس نئے جال میں آنے والے نہیں تھیں۔ انہوں نے اس کے دام میں پھنس کر لکھنؤ آ کر مزا چکھ لیا تھا۔ چنانچہ سات دوستوں میں سے چھ نے تو رائے بریلی کا رخ کیا' اور احمد دہلی پہنچ کر شاہ عبدالعزیز کی مسجد میں جا کر حاضر خدمت ہوا۔

شاہ عبدالعزیز کھلنڈرے' بے خوف' بے باک' دہقان قسم کے اکھڑ نوجوان کے پورے خاندان سے واقف تھے' جو دراصل ان کے اپنے خاندان کی روحانی شاخ تھے' اس لئے شاہ صاحب نے اٹھ کر دوبارہ مصافحہ کیا۔ گلے سے لگایا اور پوچھا ''کس غرض کے لئے اس طویل سفر کی تکلیف برداشت کی؟''

احمد نے جواب دیا ''آپ کی ذاتِ مبارک کو غنیمت سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی طلب کے لئے یہاں پہنچا ہوں''۔

شاہ صاحب نے فرمایا ''اگر اللہ کا فضل شاملِ حال ہے تو اپنے ددھیال' ننھیال کی میراث تم کو مل جائے گی''۔ پھر شاہ صاحب نے ایک ملازم کی طرف اشارہ فرمایا ''سید صاحب کو بھائی مولوی عبدالقادر صاحب کے یہاں پہنچا دو اور آپ کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے کر کہنا کہ اس عزیز مہمان کی قدر کریں اور ان کی خدمت میں کوتاہی نہ کریں۔ ان کا مفصل حال ملاقات کے وقت بیان کروں گا''۔

اب وہ صرف احمد نہ رہے' شاہ عبدالعزیز کے لفظوں میں ''سید احمد'' ہو گئے۔ چنانچہ سید احمد شاہ عبدالقادر خلف شاہ ولی اللہ کی خدمت میں اکبر آبادی مسجد میں رہنے لگے۔ چند دنوں کے بعد ایک شب جمعہ کو آپ شاہ عبدالعزیز سے بیعت ہو گئے اور شاہ صاحب نے تینوں سلاسل یعنی چشتیہ' قادریہ اور نقشبندیہ میں آپ کو داخل فرما لیا۔

سید احمد نے اگرچہ درسیات کی تکمیل نہیں کی' لیکن آپ کو دینی علوم سے ضروری واقفیت ہو گئی۔ مسجد شاہ عبدالعزیز میں آپ ہر وقت علماء' مفسرین' محدثین اور فقہاء کی صحبت میں رہتے تھے' جہاں ہر وقت علم کا چرچا رہتا تھا۔ یہاں کا گھر بھی مدرسہ تھا اور یہاں کی تفریح بھی درس تھی۔ یہاں کی ہوا بھی علم پرور تھی اور پانی بھی علم خیز تھا۔ شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر اور مولانا عبدالحی' شاہ اسماعیل' شاہ محمد اسحٰق اور مولانا محمد یعقوب ایسے عظامِ دین کی صحبت سے فیضان حاصل کیا۔

شاہ ولی اللہ کے دو چھوٹے فرزند شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالغنی چند برس پہلے رحلت کر چکے تھے بڑے بیٹے شاہ عبدالعزیز سے روحانی تربیت اور تزکیۂ نفس کی تعلیم پائی اور قرآن مجید دوسرے فرزند شاہ عبدالقادر کی توجہ خاص سے سبقاً سبقاً پڑھا۔

دہلی کی اس روح پرور عالمانہ فضا میں رہتے رہتے قلب صیقل' ضمیر روشن اور عزائم بلند ہو گئے تھے۔ اچانک ایک روز رائے بریلی اور اپنا گھر اور اپنی والدہ اور اپنے اہل خاندان بہت یاد آئے۔ اپنے مرشد شاہ عبدالعزیز اور استاذ محترم شاہ عبدالقادر کی اجازت اور دعاؤں کے ساتھ رائے بریلی کے لئے روانہ ہوئے۔ (جاری ہے)

ضرورت رشتہ

رفیق تنظیم اسلامی' عمر 23 سال' میٹرک پاس کے لئے متوسط آرائیں فیملی سے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ رفیقہ تنظیم کو ترجیح دی جائے گی۔

رابطہ: غلام نبی الہدیٰ لائبریری ٹوبہ ٹیک سنگھ

فون: 511752

تحریر: ظفر محمود

سابق امریکی صدر کلنٹن نے کہا تھا: ''میری تمنا ہے کہ اسرائیل میں مورچہ لگا کر رائفل سے اسرائیل کے دفاع کے لئے لڑنے کی سعادت حاصل کروں'' اور ایک افغان مجاہد نے کہا: ''امریکیوں کو پیپسی کولا پسند ہے اور ہمیں موت''۔

# مسلمانانِ عالم کا خواب

آج امت مسلمہ اور بالخصوص عراق ایک ایسی سنگین صورت حال سے دوچار ہے جس کی ماضی میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ امریکہ اور یہود عالم اسلام پر مکمل غلبے کے یک نکاتی ایجنڈے پر متفق ہیں۔ یہودیت نے میڈیا کے استعمال سے اسلام اور دہشت گردی کو لازم وملزوم ٹھہرا دیا ہے تاکہ عالم اسلام کو آسانی سے نشانہ بنایا جاسکے۔ امریکی اپنی گاڑیوں پر سٹکر لگاتے ہیں کہ No Muslim, No Terrorist امریکہ کا سربہ فلک ٹریڈ ٹاور تباہی اور بربادی کا نمونہ بنا۔ جن کی یاد وہ ''امریکہ کی گیارہویں شریف'' کی صورت میں ہر سال مناتے ہیں۔ امریکہ غصے' اندھے انتقام اور شدید نفرت کے طوفان سے مغلوب ہو کر افغانستان پر حملہ آور ہوا اور وہاں دجال کی صورت میں بالکل حدیث کے عین مطابق غصے میں ظاہر ہوا۔ اسی غصب کا شکار صدر بش جونیئر کے منہ سے Crusade کا لفظ ویسے ہی نہیں نکلا تھا۔ وہ خالص ''صلیبی جنگ'' کی اصطلاح استعمال کر بیٹھا اور پھر جس طرح افغانستان میں دوزخ اور جنت قائم کر کے طالبان کو دوزخ میں ڈالا گیا اور شمالی اتحاد والوں کو جنت میں۔ وہ سب کے سامنے ہے۔ افغانستان میں صلیبی جنگ لڑی جارہی ہے۔ حدیث کی رو سے ''دجال مشرق سے نکلے گا'' یعنی دجال ہوگا تو مغرب کا مگر اس کا ظہور مشرق سے ہو گا۔ ان کو معلوم ہے مشرق سے مسلمانوں کی فوجیں آنی ہیں جو اسرائیل کو تباہ و برباد کریں گی۔ وہ ان کا راستہ روک رہے ہیں نعوذ باللہ! وہ خدائی منصوبے میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں۔ ''اللہ کا دشمن دجال ظاہر ہوگا اور اس کے ساتھ یہودیوں اور مختلف قسم کی عورتیں اور مردوں کی فوج ہوگی۔'' (کنز الاعمال) یہ پیشین گوئی آج مکمل طور پر پوری ہو چکی ہے۔ نہ صرف امریکہ اور اسرائیل بلکہ اقوام متحدہ کی افواج میں مختلف عورتوں اور مردوں کی فوج شامل ہے۔ یہود ان کو کنٹرول کررہے ہیں۔ Peace Keeping Forces کی طرف واضح اشارہ ہے۔ انجیل مقدس میں آیا ہے: ''ایک قوم دوسری قوم کے خلاف اور ایک سلطنت دوسری سلطنت کے خلاف لڑنے پر آمادہ ہوگی اور مختلف مقامات پر وبائیں اور قحط نازل ہوں گے اور زلزلے آئیں گے۔ انہیں آنے والے المیوں کی ابتداء سمجھنا چاہئے۔'' (متی 24:7-8)

سابق امریکی صدر ریگن کئی مرتبہ اپنے عقیدے کا اظہار کرچکا ہے کہ ''آخری جنگ یروشلم میں لڑی جائے گی۔ جس میں کم از کم بیس کروڑ فوج مشرق سے مسلمانوں کی آئے گی۔ جبکہ کروڑوں فوج مغرب سے عیسائیوں کی آئے گی۔ اور بالآخر یسوع مسیح آکر فتح حاصل کریں گے اور پھر دنیا میں ایک ہی خدائی حکومت قائم کریں گے''۔ علامہ عنایت اللہ مشرقیؒ کے بول ''عیسائی عقیدے کی رو سے حضرت عیسیٰؑ نے صلیب دیئے جانے کے تیسرے دن آسمان پر جانے سے قبل اپنے حواریوں سے کہا تھا کہ میرا کام یہ ہے کہ خدا کی بادشاہت زمین پر قائم کروں۔ یہ روحانی بادشاہت کا قیام قیصر روم کو چین سے سونے نہیں دیتا۔ اسی وجہ سے عیسائی دنیا صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کے ساتھ نبردآزما رہی ہیں''۔ آج یہی عقیدہ بش کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتا۔ اقبال شناس پروفیسر منور مرزا مرحوم ''ایقان اقبال'' میں لکھتے ہیں: ''جب انسان اپنے روحانی پہلو سے قطع نظر کر کے یوں زندگی بسر کرنے لگے کہ گویا وہ محض گوشت اور خون کا مواد ہے تو پھر وہ درندہ حیوان اور گدھوں کی زندگی سے ہرگز بلند نہیں ہوسکتا۔ اس کی زندگی سراسر بیکار اور ماردھاڑ کی زندگی ہوتی ہے۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ لمبے' تیز دانتوں اور پنجوں کے بجائے راکٹ اور ہائیڈروجنی میزائل کام میں لاتا ہے۔'' یہ سفاکی اور حیوانگی عراق پر نہایت خوفناک میزائلوں اور بموں کی بارش کی صورت میں ظاہر ہو رہی ہے۔ انسانیت آگ میں جھلس رہی ہے۔ عراق کو ملیا میٹ کیا جارہا ہے۔ اگر اب بھی بے حسی کی یہی کیفیت رہی تو قرائن بتا رہے ہیں کہ مسجد اقصیٰ کو گرا کر ہیکل سلیمانی کی تعمیر اور عظیم تر اسرائیل کے قیام کے لئے تمام عرب پر قبضہ کیا جائے گا۔ بائبل نے اس جنگ کو آرمیگاڈان کا نام دیا ہے۔ یہ War of the wars ہوگی۔ جیسا کہ صدام ''جنگوں کی ماں'' کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ نیکی اور بدی کی قوتوں کے درمیان یہ تاریخ انسانی کی سب سے بڑی جنگ ہوگی۔ جس کی تیاری یہودی اور عیسائی دنیا برسوں سے کررہی ہے۔ امریکہ کے سابق صدر جمی کارٹر نے کہا تھا: ''بائبل کے علوم دینی کا ماہر عالم ہوں اور میں اپنی بصیرت کی بناء پر کہتا ہوں کہ اسرائیل کا قیام بائبل کی پیشگوئی کی تکمیل ہے۔''

اکتوبر 1980ء میں ''آپریشن بائبل'' کے ذریعے اسرائیل نے دومنٹ کے اندر اندر عراق کا ایٹمی پلانٹ تباہ کر کے عالم اسلام کے خلاف بھرپور عزائم ظاہر کردیئے اور عراق ہٹ لسٹ پر آیا۔ صدام اور عراقیوں میں یہودیوں اور امریکیوں سے شدید نفرت کا بیج اسی وقت بویا گیا تھا۔ اب دوسری خلیجی جنگ کا آغاز ہو چکا ہے۔ دجال عراقیوں کو ایک مرتبہ پھر اپنے دہکتے ہوئے بلند شعلوں والی دوزخ میں ڈال رہا ہے۔ ''جس میں ''بموں کی ماں'' کی آگ بھی شامل ہے۔ یہاں حضرت علامہ اقبالؒ کے بصیرت افروز خیالات سامنے آتے ہیں کہ: ''جب طاقت عقل و دانش کو پس پشت ڈال کر اپنی ذات پر بھروسا کر لیتی ہے تو نتیجہ خود طاقت کا زوال ہوتا ہے۔'' امریکہ میں اخلاقی اقدار کی پامالی اور مادیت پرستانہ رجحانات اس زوال کی علامات ہیں۔ لیکن اس زوال سے پہلے اس نے خوفناک درندے کی شکل میں لاکھوں معصوم جانوں کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور آخرکار ایمانی قوتوں کے ہاتھوں تباہ ہونا ہے۔

عراق پر قبضہ کے بعد امریکہ نے اظہار کیا ہے کہ وہ مشرق وسطیٰ' وسط ایشیاء کے اور بحر کیسپین کے توانائی کے وسائل پر کنٹرول خود لیں گے۔ امریکی خارجہ امور کے سیکرٹری نے کہا ہے کہ وہ اس علاقے کا نقشہ تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ جو 1916ء سے 1922ء تک منتقل ہوا تھا۔ اسی طرح وہ افغانستان میں بھی لمبے عرصے کے لئے ٹھہرنا چاہتے ہیں۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ روس اور چین اپنے مفادات کے خلاف ان علاقوں پر امریکی کنٹرول برداشت نہیں کریں گے۔ وقت کے ساتھ ساتھ امریکی عزائم کھلتے جارہے ہیں جن کے باعث ترکی اور یورپ کے ساتھ اس کے اختلافات کی خلیج گہری ہوتی جارہی ہے۔

جس قدر کردار کشی صدام حسین کی کی گئی ہے اتنی ہٹلر اور مسولینی جیسے ڈکٹیٹروں کی بھی نہیں کی گئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ صدام حسین ایک آہنی گرفت والا شخص ہے۔ بعض صورتوں میں جابر اور سخت گیر موقف رکھنے والا لیڈر ہے لیکن وہ ایک مردانہ وار لڑنے والا مجاہد بھی ہے جو امریکیوں کو بزدل سمجھتا ہے۔ اکثر بہادری کا امتحان مرنے سے نہیں جینے سے ہوتا ہے۔ روئے زمین پر بہادری کا سب سے بڑا امتحان شکستہ دل ہوئے بغیر شکست کو برداشت کرنا ہے۔ دنیا اس جوشیلے آدمی کی ہے جو ٹھنڈا رہتا ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ "قیامت سے پہلے وہ وقت آئے گا کہ نہر فرات کے اندر سے سونے کا ایک پہاڑ ظاہر ہوگا اور اس کو قبضہ میں لینے کے لئے لوگ جنگ کریں گے جس کے نتیجے میں 99 فیصد انسان مرجائیں گے۔ جن میں سے ہر ایک کا یہ گمان ہوگا کہ شاید میں ہی بچ جاؤں"۔ (مسلم) بہت سے لوگوں کو غلط فہمی ہے کہ شاید صدام محض تیل کے لئے یہ جنگ کررہا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ ورنہ وہ تیل پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لئے امریکہ کا پٹھو بنا رہتا اُسے پوری دنیا سے ٹکر لینے کی ہرگز ضرورت نہ تھی عرب سربراہان کی طرح عیاشی میں گرفتار رہتا۔ عالم اسلام میں بھٹو اور صدام نے ایٹمی قوت کے حصول کی سنجیدہ کوشش کی۔ باقی عالم اسلام یا تو سویا رہا ہے۔ وہ اتنی عظیم قربانی کسی صورت میں بھی کسی مادی فائدے کے لئے نہیں دے سکتا۔ مستقبل میں لکھی جانے والی تاریخ کا ایک باب صدام حسین ہوگا۔ بخاری اور مسلم کی ایک روایت ہے جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ فرات سے سونے کا ایک پہاڑ ظاہر ہوگا جو شخص وہاں موجود ہو اس میں سے کچھ بھی نہ لے۔ (مشکوٰۃ)

بائبل کے مکاشفات عارف یوحنا میں ہے "اور چھٹے (فرشتے) نے اپنا پیالہ بڑے دریا یعنی فرات پر الٹا رکھ دیا اور اس کا پانی سوکھ گیا تاکہ مشرق سے آنے والے بادشاہوں کے لئے راہ تیار ہوجائے۔ پھر میں نے اُس اژدہا کے منہ سے اور اُس حیوان کے منہ سے اور اُس جھوٹے نبی کے منہ سے تین ناپاک روحیں مینڈکوں کی صورت میں نکلتے دیکھیں۔ یہ شیاطین کی نشان دکھانے والی روحیں ہیں جو قادرِ مطلق خدا کے روز عظیم کی لڑائی کے واسطے جمع کرنے کے لئے ساری دنیا کے بادشاہوں کے پاس نکل جاتی ہیں۔ اور انہوں نے ان کو اس جگہ جمع کیا جس کا نام عبرانی میں ہرمجدون ہے۔ (مکاشفہ باب 16 آیت 12 تا 16)

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسرائیل کے پاس بہت بڑی مقدار میں ایٹم بم موجود ہیں جو دنیا کو تباہ کرسکتے ہیں مگر ایک ایٹم بم اس کو صفحۂ ہستی سے مٹا سکتا ہے۔ ہٹلر کی پیشین گوئی کے مطابق تیسری عالمی جنگ صیہونی سازشوں کی وجہ سے ہوگی۔ عرب اسرائیل جنگ جیتنے کے بعد اسرائیل کی وزیراعظم گولڈا میئر نے کہا تھا: "آج مدینہ کا رستہ ہموار ہو گیا" یہ بات یاد رکھیں کہ اسرائیل کے "عظیم تر اسرائیل منصوبے" میں مدینہ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ آج یہود کی کرنسی نوٹوں کی شکل میں عالمی حکومت قائم ہے۔ عالمی مالیات میں فیصلہ کن کردار یہود کا ہے۔ آج قدرت نے ایٹمی قوت سے لیس کر کے پاکستان کو سلطنت عثمانیہ کا جانشین بنا دیا ہے۔ مسلمانانِ پاکستان کی بیداری کے بعد ان شاء اللہ ہمارا کردار فیصلہ کن ہوگا۔ صدام نے قسم کھا کر کہا ہے کہ "امریکیوں کو وہ سبق دوں گا کہ ان کی نسلیں یاد رکھیں گی"۔ قدرت نے اس شخص سے صرف یہ کام لینا ہے کہ امریکہ کو تباہ کردے گا۔ اسرائیل کو مجبور کردے گا کہ وہ کھل کر عرب دنیا پر حملہ آور ہو۔ اس کے بعد خراسان سے فوجوں نے نکل کر اسرائیل کو تہس نہس کرنا ہے۔ "جب دجال ظاہر ہوگا اور وہ ساری دنیا کو اپنے جھوٹے عقائد، مکروفریب کے جال اور اقتدار کے ماتحت لانے میں ناکام رہے گا۔ عیسائی قوم 80 علم اور جھنڈے لے کر دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے اٹھیں گی۔ لیکن درحقیقت وہ پوری دنیا سے غداری کریں گی اور پوری انسانی نسل پر تباہی لے آئیں گی"۔ (مشکوٰۃ) ارشاد نبوی ﷺ ہے "اس (دجال) کے پیچھے چلنے والوں میں سب سے آخر میں عورتیں اور حرامی بچے ہوں گے۔" (کنزالعمال) "جو شخص بھی دجال کے متعلق سن پائے اسے چاہئے کہ اس (دجال) سے دُور بھاگے۔ اللہ کی قسم وہ (دجال) اس (مسلمان) کے پاس ضرور پہنچے گا اور وہ (مسلمان) سمجھے گا کہ وہ (دجال) اللہ کو مانتا ہے لیکن وہ دجال کے پیچھے اس وجہ سے ہولے گا کہ وہ (دجال) اس مسلمان کے دل میں وسوسے اور شبہات پیدا کردے گا۔" (کنزالعمال)

امریکی سکوں پر In God We Trust لکھا پڑھ سکتے ہیں۔ جدید عیسائیت جس کو بگڑی ہوئی یا انحراف شدہ عیسائیت بھی کہہ سکتے ہیں اسی کو بائبل میں مسیح مخالف کہا گیا ہے۔ یعنی مسیح کے تعلیمات کے بالکل مخالف تعلیمات جن پر آج عیسائی دنیا عمل کررہی ہے۔ آج کی یہ عیسائی دنیا خدا پر مشرکانہ انداز میں ہی ایمان رکھتی ہے۔ خدا پر تو ابلیس بھی ایمان رکھتا ہے مگر وہ خود بھی خدائی کاموں میں اپنے آپ کو دخل دینے کا اہل سمجھتا ہے۔ یہی مسئلہ اس دجالی تہذیب کا بھی ہے۔ کتاب مقدس میں تحریر ہے "کس نے یہ منصوبہ صور کے خلاف باندھا جو تاج بخش ہے۔ جس کے سوداگر اُمراء اور جس کے بیوپاری دنیا بھر کے عزت دار ہیں؟ رب الافواج نے یہ ارادہ کیا ہے کہ ساری حشمت کے گھمنڈ کو نیست کرے اور دنیا بھر کے عزت داروں کو ذلیل کرے" (یسعیاہ: ب 23،9-8) صدر بش اینڈ کمپنی دنیا کے بڑے تاجروں پر ہی مشتمل ہے۔ واضح طور پر حالات بتلاتے ہیں کہ کرہ ارضی پر بڑی تبدیلی آنے والی ہے۔ بدترین حالات میں بھی صدام حسین پُرسکون پُرعزم پُرامید دکھائی دیتا ہے۔ اس کی بے خوفی سے حیرت ہوتی ہے۔ اس نے ضرور اہم ترین کردار ادا کرنا ہے۔ روس کی شکست کے ساتھ ہی صدر نکسن نے روس اور امریکہ کو باہمی چپقلش ختم کرکے اسلام سے نمٹنے کے لئے مہم شروع کرنے کا کہہ دیا تھا۔ عیسائی عقیدے کے مطابق آرمیگاڈان لڑی جائے گی جو فلسطین میں معرکۂ حق و باطل ہوگا۔ آخرکار مسیحؑ آسمان سے نازل ہوکر حضرت داؤدؑ کے تخت پر بیٹھ کر عالمی World Government قائم کریں گے۔ اور Forces of Evil کو ختم کردیں گے۔ صدر بش جو بار بار Exis of Evil یعنی بدی کے محور کی رٹ لگائے رہتا ہے وہ بلاوجہ نہیں۔ یہ بائبل کے الفاظ ہیں۔ ان الفاظ کے اندر چھپے ہوئے معنی ہیں۔ سابق امریکی صدر کلنٹن کہہ چکا ہے کہ "میری تمنا ہے کہ اسرائیل میں مورچہ لگا کر رائفل سے اسرائیل کے دفاع کے لئے لڑنے کی سعادت حاصل کروں"۔ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کی سرزمین عالم اسلام کی بیداری کا باعث بننے والی ہے۔ صدام کو شکستوں نے ناقابل شکست بنایا ہے۔ آنے والے دور میں لکھی جانے والی تاریخ میں جنگ خلیج دوم کو احیاء اسلام کے طور پر یاد رکھے گی۔ پورے عرب و عجم کے مسلمانوں پر جمود طاری ہے۔ اب عربوں کو تھوڑی بہت فکر لگی ہے۔ اپنی عیاشیاں بند ہوتی نظر آئی ہیں۔ لیکن ان بیدار ہونے والوں کو وقت کا فرعون کچلنے اور مارنے پر آمادہ ہے۔ صدام تن تنہا پورے عرب کی جنگ لڑ رہا ہے۔ البتہ فلسطین میں عوامی سطح پر مزاحمت جاری ہے۔ فلسطینی عورتیں اپنے جسم سے بم باندھ کر یہودیوں کو جہنم وصل کررہی ہیں۔ آپ کسی بدکار سے بدکار برے سے برے مسلمان سے بھی پوچھ لیں وہ شہادت کو پسند کرے گا۔ ٹائم میگزین نے اپنی 8 اکتوبر 2001ء کی اشاعت میں ایک افغان مجاہد کے حوالے سے لکھا تھا کہ "امریکیوں کو پیپسی کولا پسند ہے اور ہمیں موت" اس جذبے نے عوامی سطح پر عالم اسلام میں بیداری کی لہر پیدا کردی ہے۔ امریکہ اور یہود کے عزائم اور ان کے مکروہ چہرے سامنے آچکے ہیں۔ اقبال کی بصیرت نے مسلمانوں کو مغربی تہذیب سے بہت پہلے خبردار کیا تھا کہ "اسلام تہذیب حاضر کی تمام ضروری اور اصولی چیزوں کا دشمن ہے۔ مسلمانوں نے اسے تباہ کرنے کی کوشش نہ کی بلکہ ان چیزوں کو جزو اسلام بنالیا۔ آج اگر تہذیب مغربی تباہ ہوجائے تو اسلام کا بول بالا ہوجائے گا۔ مسلمانوں کو تیار رہنا چاہئے کہ تہذیب مغربی کے خاتمہ پر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا

(باقی صفحہ 18 پر)

# تینوں بڑے مذاہب کی بنیاد پرستی

## ایک نئی کتاب کا تعارف

زیرنظر کتاب کی مصنفہ دین دار دین پرست محترمہ کیرن آرم سٹرونگ کا تعارف ''ندائے خلافت'' کی اشاعت (9 تا 15 جنوری 2003ء) میں اُن کی ایک اور تصنیف ''مسلمانوں کا سیاسی عروج و زوال'' پر تبصرہ کرتے وقت کرایا جا چکا ہے۔ اب اُن کی تازہ ترین تصنیف The Battle for God کا اردو ترجمہ ''خدا کے لئے جنگ'' کے عنوان سے چھپ کر آ گیا ہے۔ اس کا عنوان دیکھتے ہی لفظ ''جنگ'' مجھے کھٹکا' کیونکہ اللہ کے لئے جو بھی جنگ لڑی جاتی ہے' اسے اصطلاحاً ''جہاد'' کہتے ہیں' لیکن جب ذیلی عنوان پر نظر گئی کہ یہ کتاب دراصل یہودیت' عیسائیت اور اسلام میں بنیاد پرستی کا تاریخی جائزہ ہے' تو بات صاف ہو گئی کہ خدا کے لئے جو جنگ لڑی جاتی ہے' اُسے جنگ کہتے ہیں' اور اللہ کے لئے جو جنگ لڑی جاتی ہے اسے ''جہاد'' کہتے ہیں۔ ''جہاد'' کا لفظ تو اسلام کے لئے خاص ہے۔

مصنفہ نے جدید ثقافت کی نئی اصطلاح ''بنیاد پرستی'' (Fundamentalism) کا عالمی ردعمل جاننے کے لئے تین توحیدی مذاہب یعنی یہودیت' عیسائیت اور اسلام میں رونما ہونے والی چند بنیاد پرستانہ تحریکوں کا انتخاب کیا ہے۔ وہ ان کا تعارف کرتے ہوئے لکھتی ہیں: ''ان تینوں مذاہب کی بنیاد پرستی کا الگ الگ مطالعہ کرنے کے باوجود ان کے ارتقا کا کھوج تاریخ وار (لیکن پہلو بہ پہلو) لگانا چاہتی ہوں۔ میں ان چند منتخب بنیاد پرستانہ تحریکوں کا تجزیہ کرتے ہوئے بنیاد پرستی کے مظہر کا انتہائی گہرائیوں تک جائزہ لوں گی۔ میں نے جن تحریکوں کا انتخاب کیا ہے' وہ ہیں امریکی پروٹسٹنٹ بنیاد پرستی' اسرائیل میں یہودی بنیاد پرستی' مصر اور ایران میں مُسلم بنیاد پرستی۔ مصر اس لئے کہ سنی ملک ہے اور ایران اس لئے کہ شیعہ ملک ہے۔ میں یہ دعویٰ نہیں کرتی کہ میرے اخذ کردہ نتائج کا اطلاق بنیاد پرستی کی دوسری صورتوں پر بھی ضرور ہو سکتا ہے' تاہم یہ بات واضح ہے کہ یہ سب تحریکیں' جو انتہائی غالب اور موثر ہیں' کس طرح مشترکہ خوفوں' اندیشوں اور خواہشوں سے ابھری ہیں' جو کہ جدید سیکولر دنیا میں زندگی کی کچھ مخصوص دشواریوں کا غیر معمولی حل دکھائی نہیں دیتیں''۔

بات دراصل یہ ہے کہ ہر عہد اور ہر روایت میں ہمیشہ ایسے بنیاد پرست لوگ موجود رہے ہیں' جو اپنے عہد اور اپنی روایت کی جدیدیت سے برسرپیکار رہے ہیں۔ مگر جس بنیاد پرستی پر مصنفہ نے غور کیا ہے' وہ بیسویں صدی کی تحریک ہے۔ موجودہ تحریک اس سائنسی اور لادینی (سیکولر) ثقافت کا ردعمل ہے جو پہلے پہل مغرب میں ظاہر ہوا تھا' لیکن اب تک دنیا کے مختلف خطوں میں جڑیں پکڑ چکا ہے۔ مغرب نے تہذیب کی ایک بالکل نئی اور مختلف شکل کو پروان چڑھایا ہے' لہٰذا اس کا مذہبی ردعمل بھی منفرد رہا ہے۔ ہمارے اپنے زمانے میں رونما ہونے والی بنیاد پرستی کی تحریکوں کا تعلق جدیدیت سے ایسا ہے' جیسا لازم کا ملزوم کے ساتھ' گوشت کا ناخن کے ساتھ۔ یہ تحریکیں مغرب کی سائنسی عقلیت پسندی کو رد ہی کرتی ہوں' تاہم وہ اس اثرات سے خود کو محفوظ کر کے' فرار اختیار نہیں کر سکتیں۔ مغربی تہذیب نے دنیا کو یکسر تبدیل کر دیا ہے۔ کوئی بھی شے (مذہب اور اخلاق اقدار سمیت) ویسی نہیں رہی' جیسی پہلے تھی۔ پورے کرۂ ارض کے لوگ اس نئی صورتِ حال سے نبرد آزما ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔

مصنفہ کی زیرنظر کتاب بھی درحقیقت اس نئی صورت حال سے نبرد آزما ہونے کی ایک سنجیدہ' فکری و تحقیقی کوشش ہے۔ اپنی اس کاوش کے لئے جو ادارتی خاکہ بنایا ہے' اس کے تحت انہوں نے 1492ء میں ''سقوطِ غرناطہ'' کو بنیاد پرستی کا نقطۂ آغاز قرار دے کر تینوں مذاہب میں عہد بہ عہد رونما ہونے والے مختلف انتہاپسند فرقوں' تنظیموں اور تحریکوں کے ساتھ ساتھ بنیاد پرست نظریہ سازوں کے حوالے سے ٹھوس تاریخی حقائق پیش کئے ہیں۔ اس مقصد کے تحت تحقیق و تلاش کے بعد جو مواد جمع ہوا' اُسے دو حصوں میں مرتب کیا۔ حصہ اول کا عنوان ہے ''پرانی اور نئی دنیا'' اس حصے میں چار ابواب ہیں:

(۱) یہودی بنیاد پرستی کا تاریخی پس منظر (1492ء تا 1700ء)

(۲) اسلامی بنیاد پرستی کا تاریخی پس منظر (1492ء تا 1700ء)

(۳) عیسائی بنیاد پرستی کا تاریخی پس منظر (1492ء تا 1700ء)

(۴) جدیدیت سے یہودیوں اور مسلمانوں کا تصادم (1700ء تا 1870ء)

حصہ دوم (بہ عنوان بنیاد پرستی) مندرجہ ذیل پانچ ابواب پر مشتمل ہے:

(۵) ابتدائی بنیاد پرست تحریکیں (1870ء تا 1900ء)

(۶) سیکولرزام اور قدامت پسندانہ مذہب کا ٹکراؤ (1900ء تا 1925ء)

(۷) ردِ ثقافت (1925ء تا 1960ء)

(۸) سیکولر جدیدیت اور بنیاد پرستی کے مابین جنگ (1960ء تا 1974ء)

(۹) بنیاد پرستوں کا حملہ (1974ء تا 1979ء)

مصنفہ نے کسی بھی ایک مذہب سے اپنی ذہنی وابستگی اور جانبداری کو ظاہر کئے بغیر مگر بہ حیثیت مجموعی انسان کے حسِ اخلاق و مذہب کی طرف داری کرتے ہوئے چھ صدیوں کی تاریخ میں بنیاد پرستی کے عناصر کا دیانت دارانہ تجزیہ کیا ہے' جس میں وہ انتہائی کامیاب رہی ہیں۔ کتاب کے آخری پیراگراف میں لکھتی ہیں'' ہم ساری کتاب میں دیکھ چکے ہیں کہ مذہب نے لوگوں کو جدیدیت سے ہم آہنگ ہونے میں بڑی مدد دی ہے۔ بلاشبہ یورپ میں لادینیت اور سائنسی عقلیت پسندی کو شروع شروع میں مذہبی ہونے کے نئے انداز ہی تصور کیا گیا تھا۔ بعض حالیہ بنیاد پرستی کی تحریکیں بھی رجعت پسند نہیں' جدیدیت پسند تھیں۔ حسن البناء' علی شریعتی اور حتیٰ کہ آیت اللہ خمینی نے بھی مسلمانوں کو اسلامی روایات و اقدار کے سانچے میں رہتے ہوئے جدیدیت کی طرف لانے کی کوشش کی تھی۔

لندن کے اخبار ''دی ٹائمز'' نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''یہ بنیاد پرستی کے حوالے سے منفی تاثر کو زائل کرتی ہے' اور یوں ہمیں اس کو سنجیدگی سے لینے پر آمادہ کرتی اور اس سے نمٹنے کے لئے حکمت عملی وضع کرنے میں مدد دیتی ہے...... ہمدردانہ انداز میں لکھی گئی یہ خیال آفریں کتاب ہے''۔

اس کا اردو ترجمہ بھی مصنفہ کی سابقہ کتاب ''مسلمانوں کا سیاسی عروج و زوال'' کی طرح جناب محمد احسن بٹ نے کیا ہے' اور پہلے ترجمے سے بھی زیادہ عمدگی' خوش سلیقگی اور صحت سے کیا ہے۔ اس کی اردو اشاعت و طباعت کا اہتمام بھی مصنفہ کی سابقہ دو کتابوں کی طرح (جن میں ''خدا کی تاریخ'' بھی شامل ہے) ادارۂ نگارشات 24 مزنگ روڈ لاہور نے کیا ہے اور پہلی کتابوں سے بھی زیادہ حسنِ ذوق اور ذوقِ حسن کا ثبوت دیا ہے۔

قیمت: 300 روپے (تبصرہ نگار: سید قاسم محمود)

# تنظیم اسلامی کی دعوت اور طریق کار (۲)

## تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے نئے قارئین کے لئے قسط وار سلسلہ

**2: دوسرا فرض: دعوت دین**

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں بھیجا تاکہ انسانوں کو صراط مستقیم دکھا دیا جائے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾

"انبیاء و رسل کو بشیر و نذیر بنا کر اس لئے بھیجا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ کے خلاف لوگوں کی حجت کو ختم کر دیا جائے تاکہ قیامت کے دن جوابدہی کے موقع پر لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ اے اللہ ہمیں تو معلوم ہی نہ تھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ انبیاء و رسل علیہ السلام کے ذریعہ پیغام پہنچا کر انسانوں کو باخبر کر دیا گیا ہے۔ اب انسانوں کی اپنی مرضی ہے کہ ﴿اِمَّا شَاكِرًا وَاِمَّا كَفُوْرًا﴾ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں یا کفران نعمت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ کو بھیج کر اپنی ہدایت کو مکمل کر دیا تاکہ قیامت تک لوگ صراط مستقیم پر چل سکیں۔ اب وہ ہدایت قرآنی محفوظ موجود ہے۔ ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ "ہم ہی نے اس الذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

قرآن کی حفاظت کا ذمہ لے کر اللہ تعالیٰ نے سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا۔ لیکن نوع انسانی کو اس بات کی بہرحال اب بھی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام اس تک پہنچے۔ ورنہ وہ صراط مستقیم پر عمل پیرا نہ ہو سکیں گے۔

اسی لئے نبوت کے اختتام پر پیغام دعوت کو نوع انسانی تک پہنچانے کے لئے خود اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو حکم دیا۔

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ (143)

"اور اسی طرح ہم نے تمہیں درمیانی امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ اور رسول ﷺ تم پر گواہ بن جائیں"۔

نبی ﷺ نے اپنی 23 سالہ جدوجہد کے ذریعہ لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا۔ لوگوں کو تفصیلات شریعت سمجھا دیں اور پھر حجۃ الوداع کے خطبہ میں سوا لاکھ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے تمام لوگوں سے پوچھا ((الاھل بلغت)) "کیا میں نے پیغام پہنچا دیا" سب نے جواباً عرض کیا۔ اِنَّکَ قَدْ بَلَّغْتَ وَادَّیْتَ وَنَصَحْتَ "اے اللہ کے رسول ﷺ بے شک آپ نے حق تبلیغ ادا کر دیا، حق خیر خواہی ادا کر دیا اور حق نصیحت ادا کر دیا"۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ)) "پس ہر شخص جو حاضر ہے اس پر لازم ہے کہ وہ یہ پیغام ان تک پہنچائے جو یہاں موجود نہیں ہیں"۔ نبی ﷺ نے فرمایا ((بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً))

**محمد اشرف ڈھلوں**

"میری طرف سے اگر تمہیں ایک بھی بات کا علم ہے تو وہ لازماً دوسروں تک پہنچاؤ"

دین کا پیغام دوسروں تک پہنچانا اب اس امت مسلمہ کا فرض ہے۔ ختم نبوت کا تقاضا ہے اگر امت مسلمہ نے یہ پیغام دوسروں تک نہ پہنچایا تو قیامت کے دن بطور مجرم اللہ کے حضور پیش ہونا پڑے گا۔ دوسرے لوگ کہہ سکیں گے "اے اللہ! ہم تک تیرا پیغام پہنچا ہی نہیں تھا، ہم تجھے کیسے راضی کرتے؟" پھر مسلمانوں سے پوچھا جائے گا کہ جس پیغام کے تم حامل بنائے گئے تھے اس پیغام کو لوگوں تک کیوں نہ پہنچایا؟

البتہ دعوت دین بحیثیت امت سب کا فرض ہے ہم سب مل کر امت کی تشکیل کرتے ہیں۔ اس لئے ہر امتی کا اپنی صلاحیتوں اور وسائل کی مناسبت سے یہ فرض ہے کہ دعوت دین کا کام کرے۔ اس فرض کی ادائیگی میں الاقرب فالا قرب کا اصول پیش نظر رکھے۔ سب سے پہلے دین حق کی دعوت اپنے گھر والوں کو دے، اس کے بعد عزیزوں، رشتہ داروں، اہل محلہ اور اہل شہر کو پھر یہ دائرہ آگے بڑھتا چلا جائے۔

نبیؐ کو بھی حکم دیا گیا تھا ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ "اے نبی ﷺ اپنے قریبی رشتہ داروں اور تعلق والوں کو دعوت دیجئے۔ نبی ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ اور اپنی پھوپھی حضرت صفیہؓ کو آخرت سے متنبہ کیا۔ اپنے خاندان کو دو مرتبہ کھانے پر بلایا اور اللہ کے دین کی دعوت دی اور مزید برآں پورے شہر مکہ اور گرد و نواح میں مسلسل دعوت دیتے رہے۔ تکالیف و مصائب کا سامنا کرتے رہے۔ اپنے مشن میں استقامت کے ساتھ مصروف رہے۔ اب ہم سے بھی یہی مطلوب ہے۔

**3: تیسرا فرض: اقامت دین کی جدوجہد**

اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایت صرف افراد کی نجی زندگی تک محدود نہیں رکھی بلکہ انسانوں کی اجتماعی زندگی کے لئے بہترین اور متوازن اجتماعی نظام حیات بھی عطا فرمایا ہے۔ ایسا نظام حیات جس پر عمل پیرا ہو کر نہ صرف انسانوں کو اپنے دنیاوی مسائل و مشکلات کا حل دستیاب ہو سکتا ہے۔ بلکہ کرہ ارض امن و سکون کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ فرد اور اس کے رب کے تعلق کے درمیان حائل پردے اور رکاوٹیں بھی دور ہو سکتی ہیں تاکہ ہر فرد اپنے رب کے ساتھ اپنا ذاتی تعلق مضبوط سے مضبوط تر کر سکے۔

کیوں حائل رہیں خالق و مخلوق میں پردے
پیران کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو دنیا میں اس لئے مبعوث فرمایا تھا کہ وہ باطل نظام کو ختم کر کے اللہ کا نظام عدل اجتماعی دنیا میں غالب و نافذ کر دے۔

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (التوبہ: ۳۳)

"اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو قرآن مجید اور دین اسلام دے کر دنیا میں اس لئے بھیجا ہے تاکہ باطل ادیان پر اس دین حق کو غالب کر دے چاہے مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار گزرے"۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی 23 سالہ جدوجہد میں جزیرہ نما عرب کو باطل سے پاک کر کے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ نظام کو غالب و نافذ کر دیا۔ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، ظلم و ستم ختم ہوا۔ عدل و انصاف کا دور شروع ہوا۔ لوگوں کے الجھے ہوئے مسائل سلجھ گئے۔ امن و سکون انسانی زندگی میں لوٹ آیا۔ یہاں تک کہ دنیاوی خوشحالی نے بھی انسانوں کے قدم چومے۔ اللہ کو ماننے والے دنیا میں سربلند ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا ﴿اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ "اگر تم مومن ہوئے تو غالب تم ہی ہو گے۔"

اس اجتماعی نظام عدل (اسلام) کو قائم و نافذ رکھنا اور

اگر قائم نہیں ہے تو قائم کرنا مسلمانوں کے ذمہ ہے۔ ان ہی کا فرض ہے۔

سورہ شوریٰ میں فرمایا گیا۔

﴿شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖٓ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ﴾(13)

"تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا گیا ہے جس کی نصیحت نوح علیہ السلام کو کی گئی تھی اور وہی دین ہم نے تمہاری طرف وحی کیا ہے اور اسی کی وصیت ابراہیم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام کو کی گئی تھی کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفریق نہ کرو۔"

اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کے لئے بنیادی ہدایت ایک ہی رکھی ہے کہ اللہ کے مطیع و فرماں بردار بن جاؤ۔ اسی کے احکامات کو مانو' اسی کے احکامات کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں تنفیذ کرو' تمہاری زندگی اسی کے احکامات کے مطابق گزرنی چاہئے۔

اگر کبھی اللہ کے باغی اور گمراہ لوگ فرعون اور نمرود بن کر انسانوں پر اپنی مرضی مسلط کریں تو تم ان کے خلاف ڈٹ جاؤ اور اپنے آقا و مالک اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نافذ کرنے کے لئے کوشاں ہو جاؤ تاکہ وہ دین جو تمہیں عطا کیا گیا ہے اس کو قائم رکھ سکو اور عملاً اس میں تفریق نہ ہو۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پورے دین کو اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں قائم و نافذ کرنا اور قائم رکھنا مسلمانوں کی ذمہ داری اور فرض ہے۔ رسولؐ نے جزیرہ نما عرب میں دین کو قائم اور نافذ کر کے دکھا دیا تھا۔ اب مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اس دین کو پورے عالم میں نافذ کریں اور اس میں تفریق نہ کریں۔

اگر مسلمان بھی دین کو قائم کرنے کے لئے کوشاں نہیں ہوتے۔ تو ان کا معاملہ بھی ان اہل کتاب جیسا ہے جن کو قرآن مجید میں خطاب کر کے فرمایا گیا ہے۔

﴿یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ﴾(مائدہ:68)

"اے اہل کتاب جب تک تم تورات' انجیل اور جو کچھ رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے' قائم نہیں کرتے تمہارے دین کی کوئی جڑ بنیاد نہیں ہے۔ صرف کتاب پر ایمان کا زبانی اقرار کر لینا اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں ہے۔"

قرآن مجید بھی اسی لئے نازل کیا گیا ہے کہ انسان اس کے احکامات کے مطابق زندگی گزاریں انسانوں کے مابین فیصلے قرآن ہی کے مطابق کئے جائیں۔ اگر قرآن مجید کے احکامات کے مطابق فیصلے نہ کئے جائیں تو قرآن مجید سورہ مائدہ میں کفر کا فتویٰ لگاتا ہے۔ ﴿وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ﴾

"جو اللہ کے نازل کردہ (احکامات) کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی لوگ تو حقیقتاً کفر کرنے والے ہیں۔ انکار کرنے والے ہیں"۔

چاہے وہ اپنی زبان سے اقرار کریں کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ لیکن عملاً زندگی میں قرآن کے قوانین جاری و ساری نہ ہوں تو ایسے اقرار کو انکار سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ دین (نظام) ہی دینِ عدل ہے۔ متوازن اور عادلانہ نظام ہے۔ انسانوں کے جملہ مسائل و معاملات کو عادلانہ طور پر حل کرتا ہے۔

اس نظام عدل کو قائم و نافذ کرنے کے بارے میں سورہ الحدید میں مزید وضاحت فرمائی گئی ہے۔

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْہِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِیَعْلَمَ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ وَرُسُلَہٗ بِالْغَیْبِ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ O﴾ (آیت:25)

"بلاشبہ ہم نے اپنے رسولوں کو معجزات دے کر بھیجا اور ان کی ساتھ کتابیں اور شریعت بھی نازل فرمائی تاکہ لوگ عدل پر کاربند ہو جائیں اور ہم نے لوہا بھی اتارا ہے جس میں شدید جنگی قوت ہے اور لوگوں کے لئے دیگر فوائد بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ظاہر کر دینا چاہتا ہیں کہ کون لوگ ہیں جو غیبت کی حالت میں رہتے ہوئے اللہ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتے ہیں بے شک اللہ زبردست اور طاقت والا ہے"۔

مذکورہ بالا آیت میں تمام رسولوں علیہم السلام کے دنیا میں بھیجے جانے کا مقصد معین فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو معجزات دے کر' کتابیں عطا کر کے اور شریعت دے کر اس لئے بھیجا ہے تاکہ دنیا میں انسانوں کے مابین ہر معاملہ میں عدل قائم ہو سکے۔ کوئی انسان دوسرے انسان کا حق نہ چھین سکے۔ ہر قسم کا ظلم مٹ جائے۔ رسولوں کی بعثت کا مقصد قیام عدل معین فرمایا گیا ہے۔

عادلانہ نظام کی عدم موجودگی میں ظاہر ہے کہ ظالمانہ نظام کا تسلط ہوتا ہے اور ظالمانہ اور باطل نظام کو چلانے والے خود ظالم و سرکش لوگ ہوتے ہیں۔ وہ دوسرے لوگوں کے حقوق جبر و ظلم کی بنیاد پر غصب کرتے ہیں۔ کمزوروں کے انسانی' اخلاقی' معاشرتی' معاشی اور سیاسی حقوق پر ڈاکہ ڈالتے ہیں اور اپنے ظلم اور غصب کی بنیاد پر مفادات حاصل کرتے ہیں۔

یہ مفادات یافتہ طبقات نظام ظلم چلاتے ہیں اس کی حفاظت کرتے ہیں تاکہ ان کے مفادات کو ٹھیس نہ پہنچے اس طرح وہ کمزوروں کے حقوق غصب کر کے دنیا میں عیاشیاں کرتے ہیں۔

جب بھی عادلانہ نظام کو قائم کرنے کی کوشش ہوتی ہے تو ظالمانہ نظام کے محافظ اپنے نظام کو بچانے کے لئے پوری طاقت کے ساتھ میدان میں موجود ہوتے ہیں۔ اور عدل کے نام لیواؤں اور موجودہ استحصالی نظام کے محافظوں میں کشمکش' ٹکراؤ اور تصادم ناگزیر ہو جاتا ہے۔ تصادم کی صورت میں باطل پوری قوت کے ساتھ اہل حق کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اہل حق کو ہدایت فرمائی ہے کہ میں نے نظام عدل کے ساتھ لوہا بھی نازل کیا ہے۔ جس میں شدید جنگی قوت ہے یعنی لوہے سے اسلحہ بنتا ہے اگرچہ مزید فوائد بھی ہیں لیکن نظام عدل کو قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اہل حق اسلحے کی قوت کو ہاتھ میں لے کر باطل کے سر پر کاری ضرب لگائیں تاکہ ظلم و جبر اور باطل کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں اور پھر نظام عدل کو نافذ کریں۔

اللہ تعالیٰ اس سخت آزمائش یعنی حق و باطل کی کشمکش اور تصادم میں کھرے اور کھوٹے' سچے اور جھوٹے کو چھانٹ دینا چاہتے ہیں تاکہ اللہ پر یقین رکھنے والے آزمائش میں پورے اتر کر سرخرو اور کامیاب ہوں اور ایمان کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے بھی ظاہر ہو جائیں اور ناکام و نامراد ہوں۔

مزید برآں نظام عدل کو قائم کرنے والوں کے اعزاز و تکریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگرچہ نظام عدل کو قائم کرنے میں فائدہ قائم کرنے والوں کو ہوگا' دنیا میں بھی حقوق حاصل کر لیں گے اور آخرت میں بھی سرخرو ہوں گے۔ لیکن پھر بھی اللہ فرماتے ہیں کہ میں ان اہل حق کی جدوجہد اور کوشش کو اپنی اور اپنے رسولوں کی مدد تصور کروں گا حالانکہ اللہ تعالیٰ مدد کے محتاج نہیں ہیں۔

مذکورہ بالا آیت میں تمام رسولوں علیہم السلام کی بعثت کا مقصد عدل اجتماعی کا قیام معین فرمایا گیا ہے۔ اس کشمکش حق و باطل میں حصہ لے کر عدل اجتماعی کو قائم کرنا مسلمانوں کے ذمہ لگایا گیا ہے۔ حق کی حمایت میں کوشاں ہونے والوں کو اللہ اپنے اور اپنے رسولوں کے مددگار قرار دیتے ہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ایک مسلمان کا تیسرا فرض یہ ہے کہ جس دین حق کو وہ مانتا ہے' درست سمجھتا ہے' خود اس پر عمل کرتا ہے اسی راہ پر چلنے کی دوسروں کو تلقین کرے اسی حق کو اجتماعی سطح پر قائم اور نافذ کرنے کے لئے جدوجہد بھی کرے۔

گزشتہ صفحات میں ایک بندہ مومن کے تین فرائض سامنے آئے ہیں جن کو ادا کر کے وہ اپنے رب کو راضی کر سکتا ہے۔ اب معاملہ یہ ہے کہ اپنے فرائض دینی پر عمل پیرا

ہونے کا طریقہ کار کیا ہے۔ اس بارے اسلام نے کیا ہدایات دی ہیں۔

بندہ اپنے پہلے فرض کو ادا کرنے کے لئے اپنی انفرادی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کے لئے انفرادی جدوجہد بھی کر سکتا ہے۔ چونکہ انفرادی سطح کے فرائض کی ادائیگی کے راستہ کی اصل رکاوٹ اصلاً انسان کا اپنا نفس ہے اپنے نفس کے ساتھ کشمکش اور مقابلہ انسان خود ہی کر سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے ﴿اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ﴾ "بے شک نفس تو بدی پر اکساتا ہی ہے۔" ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((جَاھِدُوْا اَھْوَاءَ کُمْ کَمَا تُجَاھِدُوْنَ اَعْدَاءَ کُمْ)) "اپنی نفسانی خواہشات کے خلاف جہاد کرو جس طرح اپنے دشمنوں کے خلاف جہاد کرتے ہو"۔ سب سے پہلے اپنے نفس کی غلط خواہشات کو زیر کرو۔ پہلا اہم ترین معرکہ یہی ہے۔ اسی لئے مولانا روم نے کہا تھا۔

نفس ما ہم کمتر از فرعون نیست
لیک او را عون ایں را عون نیست

یعنی ہمارا نفس بھی فرعون سے کم نہیں ہے لیکن چونکہ فرعون کے پاس لاؤلشکر تھا اس لئے اس نے زبان سے بھی دعویٰ خدائی کر دیا۔ میرے پاس چونکہ طاقت و اختیار نہیں ہے اور میں زبان سے دعویٰ نہیں کرتا، ورنہ میرا نفس بھی اندر سے وہی دعویٰ کرتا ہے جو فرعون نے کیا تھا۔

فرعون کہتا تھا۔ اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ ملک مصر میرا ہے اس لئے اس پر میرا حکم چلے گا۔ موسیٰ ؑ اور اس کے رب کا حکم نہیں چلے گا۔ میرا نفس بھی یہی کہتا ہے کہ یہ میرا وجود ہے اس کو میری مرضی اور خواہشات کے مطابق چلنا چاہئے۔

پس بندہ مومن کو پہلی کشمکش نفس کے ساتھ کرتے ہوئے ہر معاملہ جیسے عبادات میں گھریلو اور ازدواجی زندگی میں، برادری اور قبیلے کے مسائل میں، اپنی معاش اور معاشرت میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی حتی الامکان کلی اطاعت کرنی چاہئے۔

پہلا فرض ادا کرنے کے لئے چونکہ انسان کو اصلاً اپنے نفس کی غلط خواہشات کا مقابلہ کرنا ہے اسی لئے کسی جماعت کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی لیکن اگر نیک لوگوں کی رفاقت اور ماحول میسر آ جائے تو نفس کو زیر کرنے اور اطاعت خدا اور اطاعت رسولؐ میں آسانی ہو جاتی ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے۔ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ "سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ"۔

نیک لوگوں کی صحبت سے انسان کو نیکی کے راستہ پر چلنے کے لئے تقویت حاصل ہوتی ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

ایک مسلمان کا دوسرا فرض تبلیغ دین ہے۔ بحیثیت امتی دوسروں کو دین کی دعوت دینا لازم ہے لیکن اصلاً یہ فریضہ امت مسلمہ کا ہے۔ امت مسلمہ کے ذمہ لازم ہے کہ پوری نوع انسانی تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دے۔ اب فرد واحد پوری دنیا تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچا سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان اجتماعی جدوجہد کے ذریعہ وسائل کو مجتمع کر کے یہ فریضہ دعوت سرانجام دیں۔ اب اس فریضہ کو ادا کرنے کے لئے جماعت کی ضرورت پڑتی ہے۔

اپنے فریضہ تبلیغ کو ادا کرنے کے لئے ایک مسلمان کو لازماً کسی جماعت میں شامل ہونا چاہئے تاکہ وہ اپنا دوسرا فرض ادا کر سکے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ۭ وَاُولٰۗئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾

(آل عمران: 104)

"چاہئے کہ تم میں ایک جماعت ہو جو خیر (نیکی) کی دعوت دے۔ نیکیوں کا حکم دے اور منکرات سے روکے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں"۔

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے دعوت دین امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے جماعت بنانا ثابت ہے۔ ورنہ یہ فریضہ ادا کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔ اس لئے ایک مسلمان کا کسی دینی جماعت میں شامل ہو کر جدوجہد کرنا ضروری ہے۔

مسلمان کا تیسرا فرض دین اسلام کو قائم و نافذ کرنے کی جدوجہد کرنا ہے ظاہر ہے کہ دین کو غالب کرنے کے لئے باطل نظام کو ختم کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ایک ملک میں بیک وقت دو نظام نہیں چل سکتے۔ جب دین حق کو غالب کرنے اور باطل نظام کو ختم کرنے کی کوشش ہوتی ہے تو وہ لوگ جن کے مفادات باطل نظام کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں وہ اپنے مفادات کو بچانے کے لئے باطل نظام کے محافظ بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اہل ایمان کے راستہ کی رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ بالآخر اہل حق اور اہل باطل کے درمیان معرکہ آرائی اور تصادم ہوتا ہے۔ باطل کے ساتھ اس معرکہ آرائی کے لئے اجتماعی قوت درکار ہوتی ہے۔ جس کے لئے جماعت کی ضرورت لازمی قرار پاتی ہے۔ نتیجتاً تیسرا فریضہ بھی جماعت کے بغیر ادا کرنا ناممکن ہوتا ہے۔

اس لئے اپنے اس فرض کو ادا کرنے کے لئے بھی کسی جماعت میں شامل ہونا لازم ہوتا ہے۔

اسی لئے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

((اٰمُرُکُمْ بِخَمْسٍ بِالْجَمَاعَۃِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ وَالْھِجْرَۃِ وَالْجِھَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ))

"میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ جماعت میں رہنا، جو حکم دیا جائے اسے سننا اور پھر اس کی اطاعت کرنا۔ اگر ہجرت کا حکم ہو تو ہجرت کرنا اور اگر جہاد کا حکم ہو تو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکل پڑنا"۔

نبی ﷺ کے اس ارشاد مبارک سے واضح ہو جاتا ہے کہ اقامت دین کی جدوجہد جماعت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اپنے فرائض دینی کی ادائیگی کے لئے ایک مسلمان کو لازماً کسی جماعت میں شامل ہونا چاہئے ورنہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی سے قاصر رہے گا اور نتیجتاً اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہ کر سکے گا۔

(جاری ہے)


## ATTENTION ALL RUFAQA

Tanzeem-e-Islami is seeking Rufaqa who possess the ability to translate Tanzeem's Urdu material into English. This work will be carried out on purely a voluntary basis and Rufaqa from anywhere in the world can take part. Rufaqa interested in contributing to this cause should send their CV's to either anjuman@tanzeem.org **(Subject: Seeking Translator)**

OR mail to:

**Adnan Rehman**, Qur'an Academy,
36-K, Model Town, Lahore.
Ph: (042)5869501-3 Fax: (042)5834000

دنیائے اسلام میں رونما ہونے والے بعض دھماکا خیز واقعات کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ ہفتۂ رواں اوائل مارچ میں کی گئی پیشین گوئیوں کی تعبیر و تفسیر ثابت ہوا ہے۔ یاد رہے کہ 20 مارچ کو عراق پر امریکی حملے سے قبل پوری دنیا میں امریکا کے جنگی عزائم کے خلاف ہر ملک میں احتجاج مظاہرے ہوئے تھے۔ 24 فروری کو ملائیشیا کے دارالحکومت میں 116 غیر جانب دار ممالک کی کانفرنس ہوئی تھی۔ اگلے روز ''اسلامی کانفرنس تنظیم'' کا غیر رسمی اجلاس ہوا۔ ان کانفرنسوں اور احتجاجی مظاہروں کے رہنماؤں نے اپنی تقریروں اور بیانات میں اس امر کی خاص طور پر نشان دہی کی تھی کہ اگر امریکا عراق پر تباہ کن اسلحہ ضائع کرنے کے بہانے حملہ کیا تو اس کا ایک ہی نتیجہ برآمد ہوگا کہ دہشت گردی کی تحریک میں شدت آ جائے گی۔

## چیچنیا میں فدائی حملے

یہ نتیجہ ہفتہ رواں میں آنا شروع ہو گیا۔ خود کش دھماکوں کی پہلی اطلاع چیچنیا سے آئی' جہاں کے نہتے مسلمان روس جیسی زبردست طاقت کے خلاف اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں' یہ واقعہ پیر کو اس وقت پیش آیا جب دو مجاہدین نے بارود سے بھری گاڑی روس نواز کٹھ پتلی انتظامیہ کے دفتر پر دے ماری۔ دارالحکومت گروزنی کے شمالی علاقے میں پیش آنے والے اس واقعے میں مذکورہ عمارت مکمل تباہ ہوگئی۔ اس فدائی حملے سے کم از کم 48 افراد ہلاک اور 160 زخمی ہو گئے۔ مجاہدین کے کسی گروپ نے اس کی ذمہ داری قبول نہیں کی' جبکہ حکومت روس نے اس حملے کی ذمہ داری مجاہدین پر عائد کی ہے۔

دو روز کے بعد بدھ کو امریکی وزیر خارجہ کولن پاول روسی حکام سے دہشت گردی' عراق کے تیل اور دیگر ''باہمی دلچسپی کے امور'' پر مذاکرات کے لئے ماسکو پہنچا ہی تھا کہ چیچنیا کے ایک گاؤں میں ایک اور فدائی دھماکا ہو گیا خاص بات یہ ہے کہ یہ حملہ ایک فدائی خاتون نے کیا۔ اس حملے میں 30 افراد ہلاک اور 150 زخمی ہوئے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ارکان کے مطابق اس دھماکے کا مقصد چیچنیا کے چیف ایڈمنسٹریٹر احمد قادریوف کو ہلاک کرنا تھا جو اس موقع پر موجود تھا لیکن بچ گیا۔ تاہم اس کے چار محافظ مارے گئے۔ فدائی خاتون نے اپنے جسم کے ساتھ بارودی بیلٹ باندھ رکھی تھی۔ روسی حکام کے مطابق فدائی حملے کا مقصد چیچنیا کے بڑے مفتی احمد شایوف اور دیگر مذہبی رہنماؤں کو ہلاک کرنا تھا جو جشن عید میلاد النبیؐ کے جلوس میں شامل تھے۔

## مراکش میں فدائی حملہ

اسلامی ملک مراکش کے اہم تجارتی شہر کاسابلانکا میں ہفتے کی شب بموں کے کم از کم سات خود کش دھماکوں میں دس حملہ آوروں سمیت 41 افراد ہلاک اور 100 سے زائد زخمی ہو گئے۔ تین دھماکے کار کے ذریعے کئے گئے۔ اور فدائین نے جسم سے بم باندھ کر خود کو اڑا دیا۔ ان حملوں میں یہودیوں کے فلاحی مرکز' بلجیئم کے سفارت خانے' ایک ہسپانوی ریستوران' ایک مقامی سی جی کلب اور ایک ہوٹل کو نشانہ بنایا گیا۔ مراکشی وزیر داخلہ کے مطابق دھماکوں میں دس حملہ آور بھی ہلاک ہوئے جو سب کے سب مراکشی تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ سعودی دارالحکومت ریاض اور کاسابلانکا میں ہونے والے دھماکوں میں گہری مماثلت پائی جاتی ہے۔

''القاعدہ'' کے مجاہدین ٹریننگ سنٹر کے رابطہ کار نے ایک ای میل پیغام میں کہا ہے کہ آئندہ کے حملے امریکہ اور اسرائیل کو ششدر کر دیں گے۔ دشمن لڑکھڑا جائے گا۔ ان حملوں میں امریکا کو نشانہ بنایا جائے گا۔ ان حملوں سے ایمان والے مضبوط اور کافر کمزور ہوں گے۔

سعودی عرب' لبنان' اردون' پاکستان' کویت' شام' مصر' اسرائیل' چین' امریکا' برطانیہ' فرانس اور دیگر ممالک نے حالیہ فدائی حملوں کی مذمت کی ہے۔ ایک ملائیشیا کے وزیر اعظم مہاتیر محمد نے برحق اعلان کیا ہے کہ دنیا نے جس انداز میں دہشت گردی کے خلاف جنگ شروع کر رکھی ہے' خود کش حملے اس کا قدرتی ردِعمل ہیں۔ دہشت گردی پر قابو پانے کے بہانے بے گناہ افراد کے قتل اور ان ممالک پر قبضے کا ردعمل اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ فلسطین سمیت دنیا بھر میں مسلمانوں پر ظلم و تشدد بند نہ ہوا تو ایسے حملے ہوتے رہیں گے۔ فدائی فوجدار سمجھتے ہیں کہ ''دہشت گرد'' ہمارا ایک آدمی ماریں گے تو ہم ان کے دس ماریں گے۔ اگر انہوں نے مزید پیش رفت کی تو ہم ان کے ملک پر قبضہ کر لیں گے یا ان ملکوں کی حکومتیں بدل دیں گے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ ''دہشت گردوں'' کو دہشت زدہ کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے فدائی حملے کسی بھی جگہ ہو سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ ملائیشیا بھی ایسے حملوں سے محفوظ نہیں ہے۔ تاہم وہ لوگ زیادہ غیر محفوظ ہیں جو دوسرے ملکوں پر قبضہ کرتے پھرتے ہیں۔ انہیں دنیا میں کہیں بھی پناہ نہیں مل سکے گی''۔

## سعودی عرب میں فدائی حملہ

سب سے زیادہ حیرت انگیز اور چونکا دینے والا فدائی حملہ وہ تھا جو سعودی دارالحکومت میں ہوا' جہاں سکیورٹی کا انتظام اتنا سخت ہے کہ چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی۔ امریکی وزیر خارجہ کولن پاول ماسکو میں صدر پوٹن سے ملاقات کے بعد' مشرق وسطیٰ کے روڈ میپ اور مبینہ دہشت گردی کے بارے میں مذاکرات کے لئے ریاض پہنچنے ہی والا تھا کہ ''الحمرا'' اور ''الجداول'' کے اس علاقے میں جہاں کثیر تعداد میں امریکی اور دوسرے مغربی ممالک کے باشندے سکونت پذیر ہیں' ان حملوں میں نو فدائین بھی جاں بحق ہوئے۔ انہوں نے بارود سے بھری کاروں کے ذریعے غیر ملکیوں کے رہائشی علاقے کی عمارتوں کو نشانہ بنایا۔ چار دھماکوں سے علاقے لرز اٹھے۔ آگ کے شعلے بلند ہوئے اور پھر دھوئیں کے بادل چھا گئے۔ کنکریٹ سے بنی عمارتیں ملبے کے ڈھیر میں بدل گئیں۔ کولن پاول نے الریاض پہنچتے ہی اپنی پریس کانفرنس منسوخ کر دی اور ایک بیان جاری کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ کارروائیاں یقیناً القاعدہ کے فنگر پرنٹس ہیں۔ یہ سوچا سمجھا منصوبہ تھا اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہم کس قسم کے دشمن کے خلاف جنگ میں مصروف ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو عوامی جگہوں پر کارروائیاں کرتے ہیں۔ سوئے ہوئے اور بے گناہ لوگوں کو قتل کرتے ہیں۔ ہم القاعدہ کو ختم کر کے دم لیں گے۔ ایسے اقدامات سے امریکا کو ڈرایا جا سکتا ہے نہ سعودی عرب کو دہشت گردی کے خلاف عالمی مہم سے ہٹایا جا سکتا ہے۔

اسامہ بن لادن کی تنظیم ''القاعدہ'' نے عندیہ دیا ہے کہ ریاض میں ہونے والے فدائی دھماکے اُس نے کرائے ہیں۔ القاعدہ کے نمائندے ملا سیف الدین نے عربی ہفت روزہ ''المجلہ'' کو بذریعہ ای میل یہ اعلان کیا کہ اسامہ بن لادن نے چیچنیا اور افغانستان کی طرح خلیج میں گوریلا جنگ شروع کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اس منصوبے کے تحت خلیج اور بحیرۂ عرب میں موجود جنگی جہازوں' فضائی اڈوں اور فوجی کیمپوں کو نشانہ بنایا جائے گا۔ الریاض میں فدائی حملوں کی روس' برطانیہ' سوڈان' کویت' عمان' قطر اور متحدہ عرب امارات نے مذمت کی ہے۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان نے کہا ہے کہ چیچنیا اور سعودی عرب میں نئے دھماکوں سے ہماری آنکھیں کھل جانی چاہئیں کہ دہشت گردی خطرے کے طور پر اب بھی موجود ہے۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

## تنظیم اسلامی سرحد جنوبی کے زیر اہتمام عربی گرامر کورس میں شامل احباب کے تاثرات

مورخہ 6 جنوری 2003ء کو دفتر حلقہ سرحد جنوبی میں الھدیٰ کورس شروع کیا گیا جس کا نصاب آسان عربی گرامر، آسان تجوید اور دین کا قرآنی تصور پر مشتمل تھا۔ مورخہ 3 اپریل 2003ء کو عربی گرامر کا حصہ اول (جو اسم کی بحث علم النحو پر مشتمل تھا) کے اختتام پر کورس کے شرکاء کا ایک اجتماع منعقد کیا گیا جس میں شرکاء نے اپنے تاثرات ریکارڈ کرائے:

1۔ محمد اسحاق (ٹیچر): میں نے ایم اے اسلامیات کیا ہے جس میں عربی گرامر بھی شامل ہے لیکن جس طرح سمجھ اس کورس میں شرکت سے ہوئی پہلے نہ تھی۔

2۔ شفیع اللہ (اکاؤنٹنٹ): اگرچہ میں دوسری جماعتوں اور علماء کی محافل میں بیٹھتا رہا ہوں جہاں میں نے سنا بہت کچھ لیکن سیکھنا یہ تو یہاں آ کر تجربہ ہوا بالخصوص دین کا قرآنی تصور تو یہاں آ کر معلوم ہوا۔

3۔ عبیداللہ (کنسلٹنٹ): میں تنظیم اسلامی اور ٹیچرز کا مشکور ہوں کہ ایسا مفید اور بامقصد پروگرام کروا رہے ہیں۔ زندگی میں پہلی بار قرآن حکیم کو سمجھ کر پڑھنے سے جو احساس ہوا وہ یہاں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

4۔ حیات اللہ (دکاندار): قرآن فہمی کے لئے مذکورہ پروگرام قابل تحسین ہے۔ شرکت سے تجوید کی غلطیاں دور ہوئیں۔

5۔ شاہد (کنٹریکٹر): میں کافی عرصہ عرب ممالک اور روحانی لوگوں میں رہا۔ اچھی خاصی عربی بول لیتا تھا لیکن اس کورس میں قرآنی عربی اور قرآنی تصورات نے تو من کا نقشہ ہی بدل دیا۔

6۔ جہانزیب (ملازم): یہ کورس نہایت مفید رہا لیکن میری غیر حاضریوں نے مجھے بھرپور استفادہ سے محروم رکھا۔ آئندہ کوشش ہوگی کہ اس کا ازالہ ہو۔

7۔ رُحاج الدین (واپڈا): فہم قرآن کا ایسا انوکھا پروگرام کبھی نہیں دیکھا اگرچہ میں نے شب و روز 4 مہینے تبلیغی جماعت کے ساتھ گزارے ہیں لیکن یہاں ڈیڑھ گھنٹہ روزانہ کی کلاس میں جو سیکھا اس کا اندازہ بھی نہیں تھا۔

8۔ محمد اکرم (فوجی): اگرچہ میں آرمی سروس میں مصروفیت کی وجہ سے پابندی کے ساتھ اس کورس میں شرکت نہ کر سکا لیکن جتنا بھی سیکھا وہ میرے لئے ایک قیمتی سرمایہ ہے۔

9۔ علی احمد (ریٹائرڈ افغان کرنل): میں نے ترجمے کے ساتھ کئی بار قرآن حکیم پڑھا ہے لیکن عربی گرامر کے ساتھ پڑھنے کی بات ہی کچھ اور ہے۔ میری تجوید میں کافی غلطیاں ہیں اس کورس میں شرکت سے کئی غلطیوں کی تصحیح ہوگئی۔

10۔ جان نثار اختر (ملازم): میری ایک دلی تمنا پوری ہوئی کہ قرآن کی فہم کے لئے عربی زبان سے واقفیت حاصل ہو جائے۔ میری رائے میں تو دو تین دفعہ یہ کورس کرنا چاہئے۔

عربی گرامر اور دین کا قرآنی تصور قاضی فضل حکیم اور آسان تجوید جان نثار اختر پڑھا رہے ہیں۔ ہفتے میں پانچ دن ''پیر تا جمعۃ المبارک'' عصر تا مغرب کلاس ہوتی ہے۔ مورخہ 7 اپریل سے دوسرے حصے کا آغاز ہوگا۔ آخر میں امیر حلقہ نے اپنے مختصر اختتامی کلمات میں سیکھنے اور سمجھنے کے مختلف ذرائع/طریقوں پر شرکاء سے خطاب کیا۔ (مرتب: شیر قادر)

## تنظیم اسلامی حلقہ سرحد جنوبی کے زیر اہتمام تنظیمی و تربیتی ایک روزہ اجتماع

مورخہ 27 اپریل 2003ء بروز اتوار صبح 9 بجے تا دن 2 بجے حلقہ سرحد جنوبی کے قریبی اضلاع کا تنظیمی اور تربیتی ایک روزہ اجتماع کا انعقاد ہوا۔ پروگرام کا آغاز ڈاکٹر اسرار احمد کے سورۃ الحدید کے پہلے رکوع کے درس سے ہوا جو بذریعہ ویڈیو دکھایا گیا۔ جس میں ڈاکٹر صاحب نے صفت باری تعالیٰ اور ایک مسلمان کی ذمہ داری یاد دلائی۔ اس کے بعد قرآن و سنت کے حوالوں اور علامہ اقبال کے اردو، فارسی اشعار سے مزین ڈاکٹر حافظ محمد مقصود کا خطاب بعنوان ''ذکر و فکر'' تھا جنہوں نے ذکر و فکر کی صحیح تعریف، مقام اور آپس میں تعلق پر نہایت دلنشین گفتگو کی۔

چائے کے وقفے کے بعد پشاور سے آئے ہوئے رفیق جناب وارث خان نے ''انفاق فی سبیل اللہ'' پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے ایک طرف اس کی اہمیت و فضیلت پر بات کی تو دوسری طرف اس کا طریقہ کار واضح کیا کہ زندگی کے دوڑ میں پیچھے رہ جانے والوں پر خرچ کرنا بھی انفاق فی سبیل اللہ ہے لیکن اس کی ایک اور مد اقامت دین کی جدوجہد کے لئے انفاق ہے جو اس نظام کا قیام ہے کہ کوئی انسان دوسرے انسان کا دست نگر نہ رہے۔ اس کے بعد ناظم دعوت قاضی فضل حکیم نے ''قرآن مجید کے حقوق کی ادائیگی میں حائل رکاوٹیں'' کے موضوع پر سلسلہ وار گفتگو کا آغاز کیا اور قرآن مجید کے پہلے حق (یعنی ایمان بالقرآن) کی ادائیگی میں پائے جانے والی رکاوٹوں کا ذکر کیا۔ ان میں روایت پرستی، شخصیت پرستی، غلام نفسیات، دین کے جادوئی تصورات اور ایمان کی طلسماتی تعبیرات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا۔ اگلے اجتماع میں دوسرے حق یعنی تلاوت قرآن کے سامنے رکاوٹوں پر بات ہوگی۔ اس کے بعد ناظم مالیات نصر اللہ نے صلہ رحمی کے بارے میں درس حدیث دیا۔ آخر میں امیر حلقہ جناب میجر فتح محمد نے تنظیمی امور کے متعلق گفتگو کی اور رفقاء سے متعدد معاملات پر مشورے لئے۔ نماز ظہر کے بعد دوپہر کے کھانے کے ساتھ ہی یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ کل 16 رفقاء اور ایک حبیب نے کل وقتی شرکت کی۔ (رپورٹ: شیر قادر)

## حلقہ سرحد شمالی کا شب بسری پروگرام

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی کے زیر اہتمام مورخہ 5 اپریل شب بسری کا انعقاد ہوا۔ پروگرام نماز عصر کے فوراً بعد شروع ہوا۔ بعد نماز عصر مولانا غلام اللہ خان حقانی نے سورۃ العصر پر نہایت علمی انداز میں بات کی۔ آپ نے سورۃ العصر کی روشنی میں انسانی کامیابی کے معیار ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ نماز مغرب کے بعد ڈاکٹر فیض الرحمٰن نے نہایت مدلل انداز میں مطالبات دین پر بحث کی۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارا دین، ایمان اور کلمہ ہم سے تین مطالبات کرتے ہیں۔

1۔ کہ ہم عبادت رب کا فریضہ پورا کریں۔ اللہ تعالیٰ کے بندے بن جائیں اور اللہ کے لئے بندگی حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ کو ذات وصفات اور احکام میں یکتا مانے۔ اور جس نے اللہ کو حاکم مان لیا اس پر مخلوق کی حاکمیت کے نیچے زندگی گزارنا حرام ہے۔

2۔ بندگی رب کے بعد شہادت علی الناس کے فریضے کو ادا کرے اور یہ دین کل کا کل دوسروں تک پہنچائے اور ان پر اتمام حجت کرے۔

3۔ بندگی رب، شہادت علی الناس کے بعد تیسرا مطالبہ جو ہمارا ایمان ہم سے کرتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اقامت دین کے لئے جدوجہد کرے کیونکہ اللہ کو خالص بندگی مطلوب ہے۔ اقامت دین کے بغیر خالص بندگی نہیں ہو سکتی ہے۔

بعد از نماز عشاء شوکت اللہ شاکر نے درس حدیث کی ذمہ داری نبھائی۔ آپ نے موجودہ دور میں مسلمانوں کو درپیش مسائل اور ان کا حل نہایت خوبصورت انداز میں پیش کیا۔

درس حدیث کے بعد سوال و جواب کا مرحلہ ہوا۔ مولانا غلام اللہ خان اور ڈاکٹر فیض الرحمٰن نے سوالات کے جوابات دیئے۔ نماز فجر کے بعد غلام اللہ خان حقانی نے ''ڈارون کا نظریہ ارتقاء'' پر درس قرآن دیا۔ انہوں نے کہا انسان ایک مرکب وجود کا حامل ہے اس کے ایک وجود میں دو وجود جمع ہیں۔ ایک وجود مادی ہے جبکہ دوسرا وجود روحانی ہے۔ مادی یا حیوانی وجود کا تعلق عالم خلق سے ہے۔ جبکہ روحانی وجود کا تعلق عالم امر سے ہے، لیکن آج کے انسان کو صرف مادی وجود نظر آتا ہے جبکہ روحانی وجود پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے اور یہی دراصل انسانی المیہ ہے کہ آج کا انسان اپنے آپ کو حیوان سمجھتا ہے۔

پروگرام کے آخر میں شوریٰ کا اجلاس ہوا۔ شوریٰ کے اجلاس کے بعد یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔

(رپورٹ: حضرت نبی محسن، معتمد تنظیم اسلامی باجوڑ)

تنظیم اسلامی اُسرہ پھالیہ کے رفیق پروفیسر میاں مبشر نعیم کے والد محترم 3 مئی 2003ء کو انتقال کر گئے۔ رفقاء و احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

## بٹ خیلہ (مالاکنڈ ایجنسی) میں دفتر اور لائبریری کا قیام

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی کے تحت بٹ خیلہ (مالاکنڈ ایجنسی) اور باڑوان (ضلع دیر) میں ایک ایک اسرہ قائم ہے۔ جن میں رفقاء کی تعداد بالترتیب 13 اور 7 ہے اور نقباء کی ذمہ داریاں بٹ خیلہ کے لئے شوکت اللہ شاکر اور باڑوان کے لئے جناب تنظیم الحق کے حوالہ ہیں۔ اس علاقہ کے رفقاء واحباب کے لئے کافی عرصہ سے دفتر ولائبریری کے قیام کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ الحمدللہ رفقاء کی دیرینہ خواہش کے پیش نظر خان زرین خان پلازہ (بالمقابل سول ہسپتال بٹ خیلہ) میں کمرہ نمبر 3 کرایہ پر حاصل کر کے 15 مئی 2003ء سے الہدیٰ لائبریری قائم کردی گئی ہے جو دونوں اسرہ جات کے دفتر کے طور پر بھی استعمال ہورہی ہے۔ 4 مئی 2003ء سے اس لائبریری میں ''ابتدائی عربی گرائمر کورس'' جاری ہے جس میں 5 طلباء باقاعدگی سے شریک ہورہے ہیں۔

7 مئی 2003ء کو دوسرے ''عربی گرائمر کورس'' کے آغاز کے موقع پر امیر حلقہ جناب محمد فہیم خان اور ناظم دعوت جناب مولانا غلام اللہ حقانی خصوصی دعوت پر تشریف لائے۔ تنظیم اسلامی کے حلقہ احباب میں شامل جناب شیر زمان شیر بھی ان کے ہمراہ تھے۔ موصوف بٹ خیلہ کے مضافاتی قصبہ چنار کوٹو کے مستقل سکونتی ہیں اور حالاً ملازمت کے سلسلہ میں تیمر گرہ میں مقیم ہیں۔ سب سے پہلے تعارفی نشست ہوئی جس میں 13 رفقاء اور 9 احباب وشرکائے عربی کلاس نے اپنا تعارف کرایا۔ تعارفی نشست کے بعد امیر جناب محمد فہیم خان نے رفقاء اور شرکائے عربی کورس سے اپنے مختصر دعوتی خطاب میں ''رجوع الی القرآن'' کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے تنظیم اسلامی کی دعوت کا خلاصہ پیش کیا۔ ناظم دعوت جناب مولانا غلام اللہ خان حقانی نے عربی زبان کی وسعت واہمیت بیان کی۔ بعدازاں نقیب اسرہ بٹ خیلہ شوکت اللہ شاکر نے عربی گرائمر کورس کی تدریس کا باقاعدہ آغاز کیا۔ پھر تمام رفقاء وشرکائے عربی کورس کی چائے سے تواضع کی گئی۔ اس کے بعد دونوں اسرہ جات کا مشترکہ تنظیمی اجتماع منعقد ہوا جس میں امیر حلقہ اور ناظم دعوت نے رفقاء سے خصوصی ملاقات کی اور مفید ہدایات دیں تا کہ اس علاقے میں دعوت کے کام کو بطریق احسن آگے بڑھایا جاسکے۔

(رپورٹ شوکت اللہ شاکر)

## امیر حلقہ سرحد شمالی کا دورہ دیر بالا

امیر حلقہ سرحد شمالی نے اپریل کا دورہ دیر بالا کے لئے رکھا تھا' لہٰذا مقررہ پروگرام کے تحت 20 اپریل کو 11 بجے بی بیوڑ پہنچ گئے۔ جہاں پر دفتر تنظیم میں رفقائے تنظیم اسلامی بی بیوڑ سے ملاقات طے تھی۔ حسب پروگرام رفقاء کے ساتھ ملاقات ہوگئی اور باہمی تبادلہ خیال میں نظم وتربیت اور دعوتی موضوعات زیر بحث لائے گئے۔ رفقاء کو بطور تذکیر احتسابی رپورٹ' اعانت' ہفتہ وار اجتماعات اور ماہانہ شب بسری میں حاضری کے لئے یاددہانی کرائی کی گئی۔ امیر حلقہ نے بتایا کہ ہمیں اپنا دعوتی فریضہ بھرپور طریقہ سے جاری رکھنا چاہئے اگر ہمیں یہ تسلی حاصل ہو کہ ہم حتی المقدور اپنا فریضہ ادا کر رہے ہیں تو معاشرہ سے اسی نسبت سے Response نہ ملنے سے بددل نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس صورت میں ہمارے لئے اخروی اجر تو محفوظ رہے گا جو کہ اس تمام کام کا اصل مقصود اور مطلوب ہے۔ کل 13 رفقاء میں سے 8 حضرات تشریف لائے تھے۔ نشست کے اختتام پر مقامی تنظیم کے امیر محترم ممتاز بخت کی معیت میں اگلی منزل کے لئے روانگی ہوئی۔ راستے میں چکیاتن کے مقام پر منفرد رفیق محمد ایوب سے ملاقات ہوگئی۔ ان کے ساتھ مختصر نشست میں تفصیلی بات چیت ہوئی اور ممتاز بخت سے درخواست کی گئی کہ منفرد رفقاء کے ساتھ رابطہ رکھنے کی کوشش کی جائے۔ نماز ظہر کے لئے سُر باٹ پہنچ گئے' جہاں نقیب اُسرہ گنوڑی لائق سید سے ملاقات ہوگئی۔ واپس گنوڑی آ کر دو رفقاء نجم الرحمان اور امجد علی شاہ سے ملاقات ہوگئی۔ اُسرہ گنوڑی کے رفقاء بہت زیادہ غیر فعال ہوچکے ہیں۔ ان کے ساتھ تفصیلی ملاقات میں اپنے فرائض دینی کے لئے کمربستہ ہونے کے لئے مختلف پہلوؤں سے مکمل یاددہانی کی گئی۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ آئندہ وہ زیادہ ہمت سے کام لیں گے۔ اُن کو تاکید کی کہ آئندہ شب بسری کے لئے ضرور مرکز تنظیم تیمرگرہ (دیر) آنے کا اہتمام کریں۔

اُسی دن قبل از نماز عصر دیر خاص پہنچ گئے جہاں پر مقامی رفقاء کے ساتھ بلال مسجد میں ملاقات طے تھی۔ نماز عصر کے فوری بعد رفیق محترم مولانا احسان الحق نے تعارف کراتے ہوئے امیر حلقہ کو حاضرین سے حقیقتِ انسان کے موضوع پر خطاب کی دعوت دی گئی۔ پروگرام میں خطاب شامل نہیں تھا تاہم موقع سے فائدہ اٹھا کر الحمدللہ کہ بھرپور خطاب کے ساتھ بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داری کے سلسلہ میں قرآنی دعوت کو قابلِ فہم انداز میں حاضرین کے سامنے رکھا گیا۔ بعد میں اسی جگہ رفقائے تنظیم سے تبادلہ خیال ہوا اور ان کو مزید فعال بننے کی بھرپور تشویق وترغیب دلائی گئی۔ یہاں کل 7 رفقاء حاضر تھے جبکہ چند ایک احباب بھی شریک ہوئے۔ یہ نشست نماز مغرب تک جاری رہی۔ الحمدللہ! یہ دورہ پروگرام کے مطابق اختتام کو پہنچا۔

(رپورٹ: شاہ وارث)

## بقیہ: حقیقت احوال

انحصار ہے''۔ عالم اسلام کی ابتر اور بظاہر مایوس کن صورت حال کو دیکھتے ہوئے بے اختیار چین کے مفکر سپس کی طرف دھیان چلا جاتا ہے جس نے کہا تھا کہ ''جب خدا کسی کو بڑا کام سونپنے کا فیصلہ کر لیتا ہے اور کسی کو بڑا آدمی بنانا چاہتا ہے تو سب سے پہلے تکلیفوں اور مصیبتوں سے اس کے ذہن کی نیز کڑی محنت سے اس کے جسم کی مشق کراتا ہے۔ اللہ اسے بھوک اور غربت میں گرفتار کر کے اس کے فرائض اور ذمہ داریوں کو الجھا دیتا ہے' انتہائی پیچیدہ بنا دیتا ہے اور مختلف طریقوں سے اس کے ذہن کو متحرک اور اس کی فطرت کو سنگلاخ بناتا ہے اور اس طرح اس کی ساری کمزوریوں کا علاج کر دیتا ہے۔'' ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمان شدید مصائب میں گھرے ہوئے ہیں۔ خصوصاً افغانستان اور عراق کے مسلمان جو دجال کے جہنم میں جل رہے ہیں۔ مجھے ان شہیدوں ان مظلوموں کی قربانی کے نتیجے میں اسلام کا عروج دکھائی دے رہا ہے۔ حضرت علامہ نے درست فرمایا تھا ''میرا مذہبی عقیدہ یہی ہے کہ اتحاد ہوگا اور دنیا پھر ایک دفعہ ہلال اسلامی کا نظارہ دیکھے گی''۔

## بقیہ: منبر ومحراب

طریقے سے اپنے دن رات ایک کرنا' اپنے جان ومال خرچ کرنا' اوقات لگانا' صلاحیتیں کھپانا اس راہ کا تیسرا تقاضا ہے۔

چوتھا تقاضا یہ ہے کہ جو الہدیٰ (قرآن حکیم) نبی ﷺ کو دیا گیا' جو نوران کے ساتھ نازل کیا گیا' جو نبوت کا قائم مقام ہے' جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لیا ہے' اس نور کا اتباع کیا جائے۔ اس قرآن کو اپنا امام اور رہنما بنایا جائے اور اس کے حقوق ادا کئے جائیں۔ یعنی اس کی تلاوت' اس کو سمجھنا' اس پر عمل کرنا اور اس نور کو پوری دنیا میں پھیلانا۔ آنحضور ﷺ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں ہے۔ اللہ کی اس ہدایت کو پوری نوع انسانی کو پہنچانے کے ذمہ دار یہ امت ہے اور سچا امتی وہی ہے جو اس ذمہ داری کو محسوس کرتا ہے اور اپنا رول ادا کرتا ہے۔ یہ چار شرطیں جو پوری کریں ان کے بارے میں فرمایا: ''یہی ہیں اصل میں کامیاب ہونے والے''۔ اس نبی کے جو سچے پیروکار اور سچے امتی ہیں ان کے لئے اللہ کی رحمت ہی رحمت ہے۔ اپنی وہ خاص رحمت اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے معین کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل کرے اور جو ذمہ داریاں نبی ﷺ کے حوالے سے ہم پر عائد ہوتی ہیں ان کو بجالانے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ اللہ کے ہاں ہم بھی حضور ﷺ کے سچے امتی قرار پائیں اور حضور ﷺ کی شفاعت کے حق دار بن سکیں۔

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف!
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیرِ پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف!

perspective of the oppressed and respond to the insane suggestion coming from the sources called mainstream media;

2. convince American leadership to let other nations live a life of their own choice; stop interference in the internal and external affairs and stop sponsoring oppressive and puppet regimes, such as Musharraf, Mubarak, Karzai, etc.,

3. instead of polarising Muslim societies by encouraging a "war within Islam," help victim states to constructively engage the non-state actors through dialogue – no solution is possible without listening to all as equal human beings.

4. Understand and address "terrorist's" message notwithstanding that one does not agree with it. This exercise is relevant for the purpose of acknowledging the political dimension of "terrorist" acts. This approach does not necessarily favour "terrorist." By acknowledging "terrorist" messages and looking into their grievances, real terrorists can be exposed and condemned by a greater number of States.

5. Recognize that we cannot condemn and approve "terrorism" of the same kind in two different places. Occupations by Israel and US need as much condemnation, if not physical punishment, as occupation of Kuwait by Iraq. Similarly, forces fighting US occupation in $21^{st}$ century need to be looked at in the perspective of full support extended to forces engaged against Soviet occupation in the $20^{th}$ century.

Unless silent majority of the Americans is willing to see problems of the suffering humanity in the fully or semi-occupied Muslim states through their own eyes, or view their own behavior through the eyes of their critics, even if the critics are also "terrorists," they may never gain the understanding needed to address the fear generated by real anti-Americans in the heart of their leadership and the steady erosion of claims to civilized life that the continued injustice by their governments is causing.

**End Notes:**

[1] Dowd, Maureen: "Al-Qaeda's offspring," *New York Times*, May 14, 2003.
[2] Richter, Paul: "Bush Is Seeking Newer, Smaller Nuclear Bombs," *Los Angeles Times*, May 13, 2003

## بقیہ : تجزیہ

اس نے امارات اور دوسرے عرب ممالک میں اپنے پنجے اس طرح گاڑھ لئے ہیں کہ وہ سمجھتا ہے اسے نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا لہٰذا شیرون جیسا عربوں کا قاتل اسرائیلی وزیراعظم پہلی بار بھارت کا دورہ کر رہا ہے۔ظاہر ہے اس دورے میں پاکستان سے نمٹنے کی منصوبہ بندی کی جائے گی۔

ان تمام حقائق کو سامنے رکھ کر جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ دشمنان اسلام مسلمانوں کے خلاف کارروائیوں میں یکسو ہیں۔ زیادہ سے زیادہ کہیں کہیں ترجیحات کا فرق نظر آتا ہے جبکہ عالم اسلام فکری اور عملی دونوں سطحوں پر مکمل طور پر منتشر نظر آتا ہے۔عراق پر امریکی حملے سے یقیناً یہ اتفاق رائے سامنے آیا ہے کہ امریکہ مسلمانوں کا دشمن ہے لیکن اس دشمن سے نمٹا کیسے جائے' بہت سے طبقات اس پر سوچنا بھی خطرے سے خالی نہیں سمجھتے۔منتشر خیالی کا عالم یہ ہے کہ ہمارے حکمران امریکہ کے آگے بچھ جانے کو مسئلہ کا حل سمجھتے ہیں جبکہ مذہبی جماعتیں اور عسکری تنظیمیں فوری طور پر میدان جنگ میں کود جانے کے حق میں ہیں۔ وہ قوت کے اتنے بڑے تفاوت کو کوئی اہمیت دینے کو تیار نہیں اور ایک ہزار کے مقابلے میں تین سو تیرہ کا ذکر لے آتے ہیں۔ پڑھا لکھا طبقہ اور ماڈرن لوگ اب اگرچہ نجی محفلوں میں امریکہ کو برا بھلا کہتے ہیں لیکن اسی کی تہذیب اور اطوار اپنائے ہوئے ہیں اور اپنے بچوں کو امریکی یونیورسٹیوں میں داخل کروانا اپنی زندگی کا مقصد بنائے ہوئے ہیں۔ انہیں اچھا اور شاندار مستقبل وہیں نظر آتا ہے۔ مذہبی اور قدامت پسند لوگ جدید ٹیکنالوجی کو شیطانی کھیل کہہ کر رد کر دیتے ہیں لیکن اس جدید ٹیکنالوجی کی بدولت جو سہولیات اور آسائشیں حاصل ہوئی ہیں ان سے بھرپور استفادہ کر رہے ہیں الّا ماشاءاللہ۔

وقت کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ یہ تمام طبقات سر جوڑ کر بیٹھیں اور انتہائی خلوص اور خورد بینی سے جائزہ لیں کہ عالم اسلام کو دشمن کی یلغار سے کیسے بچایا جائے! مسلمان اگر اپنے دشمن سے نمٹنے کے معاملہ میں یکسو نہ ہوئے تو عالم اسلام کے لئے ایک بہت بڑا المیہ ہوگا۔ ہماری رائے میں دشمنان اسلام کو مسلمان بن کر ہی نمٹا جا سکتا ہے۔ پیدائشی اور روایتی مسلمان بن کر نہیں بلکہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر حقیقی مسلمان بن کر۔ اگر ہم اپنے درمیان عدل قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تو باہر سے کوئی ظلم ہم پر ڈھایا نہیں جا سکے گا۔ مسلمان ممالک میں عدل وقسط پر مبنی نظام ہی ایسا معاشرہ تشکیل دے سکے گا جو دشمنوں کے دانت کھٹے کر کے عالم اسلام کے لئے ایک باوقار مقام حاصل کر سکے گا۔

عاکف غنی

## خلافت

خلافت کا جھنڈا اٹھائیں گے ہم
زمانے سے ظلمت مٹائیں گے ہم
منور ہوں دل نورِ قرآن سے
اُجالا یہ ہر سُو پھیلائیں گے ہم
خدا کی خدائی کا کر کے نفاذ
سبھی جھوٹے آئیں مٹائیں گے ہم
جہاں بول بالا ہو انصاف کا
نمونہ ایک ایسا دکھائیں گے ہم
محبت ، یگانگت دلوں میں بسا کر
''ہوس'' کے بتوں کو گرائیں گے ہم

Vol:12 Regd. No.LRL-50 No.18
Weekly *Nida-e-Khilafat* Lahore

**View Point**

**Abid Ullah Jan**
(E-mail: abidjan@tanzeem.org)

# The Real Anti-Americans

Like the present day Germans, who hate even to talk about Hitler and his associates, the time is not far away when Americans will feel embarrassed to discuss their present day most "patriotic" Americans as their worst enemies, responsible for a disgraceful fall of the most successful nation ever existed.

Americans with their simple hearts do not realize that those, who make them look for anti-Americans among people of other faiths, are the real anti-Americans. The Americans watch and read them on daily basis. They defied because they are not Al-Qaeda members. They do bomb American interests and can never be "suicide bombers." Their words, ideas and influence, however, are so powerful that they have mesmerized most of the nation and have taken their fellows in policy-making circles to the unimaginable extreme. Knowingly or unknowingly, they are forcing America to use its might against itself.

There extremist tendency, wrapped in the cover of tolerance, is leading these anti-Americans to present wrong side of the picture. The most obvious and most recent example of this phenomenon of digging a grave for the American nation is the *New York Times*, May 14, 2003 issue. Its editorial, "Death in Riyadh" regurgitates contrived reasons for "terrorist attack" on the US as follows: 1. "lifestyles" which the American have "back home"; 2. "means of maintaining cultural preferences," such as "free mixing of the sexes and the availability of alcohol and uncensored movies," 3. symbols of "the modern Western culture," which "Islamic fundamentalists despise"; and 4. "the population of unemployed, angry, disenfranchised young people."

According to *The New York Times* "terrorist" want "intense publicity." Ignoring the 24,000 lives — according to the most conservative estimates — the US has taken in Afghanistan and Iraq in the past eighteen months, the *New York Times* considers that "terrorists" are making "a political point by ... murderous attack." And concludes the editorial with a pro-Israel comment: "But it is the best current chance for a way out, toward a future in which suicide attacks on innocent civilians will be understood by Muslims around the world not as a form of political protest, but as utter insanity."

In the same issue, Maureen Dowd's apparent attack on the establishment's false assumptions in her column "Osama's Offspring," is actually encouraging a wrong solution by drawing wrong conclusion. Bush Administration has not wrongly assumed that Al-Qaeda is finished. It is a miscalculation. The wrong assumption is that it is only Al-Qaeda vs. US. Quoting Dick Cheney — "the only way to deal with this threat ultimately is to destroy it" — she concludes: "So destroy it." (1)

Bush has also shown great interests in "newer, smaller nuclear bombs" (2) to carryout the mission of completely annihilating the enemy. In fact, the real anti-Americans are giving wrong reasons for violent action against the US. Similarly, they are giving wrong signals to the administration that destruction is the only option it can exercise.

Wrong assumptions and solutions keep them entangled in their little world. In turn, they have forced the administration to control the world like a police state. As a result, "terrorism" stays and they keep looking for the source of terror in wrong places.

Terror actually lies in the hearts of the oppressors, not in the shacks of the oppressed. Victims do not carry it out. It is both a state of mind and tool of the oppressors who use it as a weapon and justify their crimes against humanity under different pretexts. Their hearts and minds, however, do not accept such justifications. Punishment from nature follows them. They live in constant fear of a reaction to their inhuman deeds. A blip of reaction generates far more fear in their heart than their thunderbolts of aggression and the resultant "shock and awe."

There is no way to completely protect perpetrators of systematic aggression from retaliatory acts of the weak victims. Even one person, determined to die for his nation's woes at the hands of US and its Allies, can easily cause immense damage – whether that be shooting a single American GI in Kabul or Baghdad, or bombing marine barracks in any occupied land. Exercising brute military force can never protect any nation from the consequences of its crimes against humanity.

What is unfathomable to real anti-Americans, bent on destroying the US as we know it, is the depth of pain and agony of direct and indirect American oppression. The real anti-Americans are those, who make the rest of Americans misunderstand the pain of Muslim masses, which is directly proportional to the amount of terror in the hearts of world mastering demi-gods sitting in Washington. Their hearts are abode of terror long before the US suffers an attack on its vital interests. The post-retaliatory-attacks-feeling is only that of an unrepentant shock.

This pain would remain, no matter how the real anti-Americans may try to hide it behind the rhetoric of false assumptions, such as: this is wrath of the fundamentalists who want to overturn the international modernisation, or who hate Western freedom and democracy. The more they brush aside the real causes of pain in Muslim societies, the more hegemonic designs would be implemented by Washington and terror will swell in the hearts of their leadership. Chances of retaliatory attacks by non-state actors would not diminish and, in Washington's terminology, "potential threat of terrorism" would prevail.

The real anti-Americans argue that the central point is not whether point of view of the oppressed is true or false, right or wrong. To them what is relevant is that these "allegations" form a political basis for terrorist actions and subsequently serve to justify it. It is natural that as long as genuine grievances of masses would be considered as "allegations," some of the non-state actors will continue to violently refuse to accept an order that perpetrates inequalities and injustices.

Partly because the real anti-Americans have confused phenomenon of "terrorism," and partly because there are no legal ways to respond to the modern ways of American domination – a kind of colonialism that is far more dangerous and abusive than colonialism of the 19th and 20th centuries has taken grip of almost all Muslim countries. The victims often find themselves in breach of "international law" when they attempt to break the chains of domination. To check onslaught of the real anti-Americans, the silent majority of simple heart American need to:

1. read between the lines of real anti-Americans, listen to